بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

التحقیق الکافی

فی اثبات ولایۃ الامّی

تالیف

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ مولانا مفتی

سید احمد علی شاہ صاحب نقشبندی سیفی

(فاضلِ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک و جامعہ عثمانیہ ٹھٹھہ)

ناشر

جامعہ امام ربانی مجدد الفِ ثانیؒ

فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

التحقیق الکافی

فی اثبات ولایۃ الامّی

تالیف

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ مولانا مفتی

سید احمد علی شاہ صاحب نقشبندی سیفی

(فاضلِ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک و جامعہ عثمانیہ ٹھٹھہ)

ناشر

جامعہ امام ربانی مجدد الفِ ثانیؒ

فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن کراچی

اسمِ کتاب: التحقیق الکافی فی اثبات ولایة الامّی

اسمِ مؤلف: حضرت شیخ المشائخ مفتی اعظم سندھ، جامع طرق اربعہ، خلیفہ مطلق، مؤلفِ کتب کثیرہ نافعہ، الجواد الشجاع الکریم، حضرت
علامہ مولانا سید احمد علی شاہ سیفی صاحب مبارکؒ

اسمِ مصحح و مترجم: جامع المعقول والمنقول پروفیسر مولانا عابد علی سیفی صاحبؒ

معاونت: شیخ القرآن والحدیث حضرت علامہ مولانا امین اللہ صاحب مبارکؒ

تعدادِ اشاعت: 1000

تاریخ اشاعت: 11 ستمبر 2008 بروز جمعرات

مطبوعہ: جمیل برادرز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماءِ دینؒ اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

بعض علماء کا کہنا ہے کہ جو شخص مروجہ درسِ نظامی کا عالم نہ ہو، وہ ولی" نہیں بن سکتا اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ وہ ولی" تو بن سکتا ہے مگر پیر و مرشد" نہیں بن سکتا تو کیا ولایت و ارشاد اور بیعت مشائخؒ کیلئے درسِ نظامی پڑھنا شرط ہے یا نہیں۔ برائے کرام اس مسئلے کی وضاحت فرمائیں؟

بینوا توجروا

المستفتی: سید محمد منور شاہ نقشبندی سیفی سواتی

شیخ الحدیث ورئیس دارالافتآء دارالعلوم علیمیہ کراچی صوبہ سندھ

الجواب بعون الملک الوھاب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم . الحمد لله الذی جعل بیعة الاولیاءؒ غیر مشروطة بقرآءة الفنون المروّجة فی ھذا الزمان و الصلوة و السلام علیٰ رسوله و حبیبه سیدنا محمد المبعوث آخر الزمان و علیٰ آله و اصحابه الذین بایعوا النبی الاکرم ﷺ و وصلوا الی اقصی مراتب الارشاد و الاحسان و ھذا بدون قرآءة الفنون المروجة فی ما بعد الزمان. بل بالسماع و الصحبة و البیعة مع صحبة رسول الانس و الجآنّ علیه افضل الصلوات و السلام الی تعاقب الدوران و علیٰ اتباعه الکاملین وورثته الاکملین اصحاب الایقان و العرفان اما بعد!

جاننا چاہئے کہ عالم، مبلغ اور واعظ بننے کی شرائط الگ ہیں اور مفتی و مجتہدؒ بننے کے لئے شرائط الگ ہیں جس کی کچھ تفصیل مخزن الحقائق میں بھی درج ہے۔ اور مفتی کی شرائط کو

علامہ شامی حنفیؒ نے فتاویٰ ردالمحتار ص ۴۷، ۵۲، ۵۳، مطبوعہ بیروت اور مجموعہ الرسائل ص ۱۱، ۱۲، ج ا اور طبقات فقہاء" میں ذکر کیا ہے۔ اور ولی" بننے یا پیرومرشد بننے کی شرائط الگ ہیں جو مکتوبات امام ربانی" اور دیگر کتب تصوف میں مذکور ہیں۔ ایک کی شرائط دوسرے میں خلط ملط کرنے سے مسئلہ الجھ جاتا ہے۔ پیرومرشد" کیلئے جو شرط مروجہ نظامی کے عالم ہونے کی لگائی جاتی ہے اور اس کے حق میں جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں، وہ شرط اور اس کے اثبات کے دلائل مفتی، عالم تبحر اور اچھا مبلغ حق اور واعظ بننے کے حق میں ہیں۔ اور اس سے کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے۔ جیسا کہ جلالین شریف ص ۵۷ پر علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں

"و من للتبعيض لان ماذكر فرض كفاية لا يلزم كل الامة ولا يليق بكل احد كالجاهل" اور کلمہ "من" تبعیض کیلئے ہے کیونکہ امر بالمعروف فرض کفایہ ہے اور پوری امت پر تبلیغ کرنا لازم نہیں اور ہر جاہل کے لئے مناسب بھی نہیں ہے کہ وہ تبلیغ کرے۔

اسی طرح علامہ شیخ احمد صاویؒ فرماتے ہیں "فلا يأمر الجاهل ولا ينهىٰ لانه ربما امر بمنكر أو نهى عن معروف لعدم علمه بذالك" (تفسیر صاوی ج ا ص ۱۶۱)۔

یعنی ان پڑھ جاہل کو حق نہیں کہ وہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرے کیونکہ جاہل اپنی لاعلمی کی وجہ سے کبھی بری اور منھی عنہ (کو نیکی سمجھ کر) کا حکم دیتا ہے اور کبھی نیکی کو (بری اور منھی عنہ سمجھ کر) اس سے منع کرتا ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

"المر بالمعروف يحتاج الى خمسة اشيآء . اولها العلم لان الجاهل لا يحسن الامر بالمعروف" (كذا فى حاشية جلالين ص ۵۷،

حاشیہ ص ۲۵ والفتاوی الھندیہ ج ۵ باب الامر بالمعروف) یعنی امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کیلئے پانچ چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ جس میں سب سے پہلے علم کا ہونا ضروری ہے کیونکہ جاھل بے علم آدمی امر بالمعروف کو کیا جانے۔

امر بالمعروف ونھی عن المنکر کیلئے علم کا ہونا لازمی شرط ہے۔ اعلیٰ حضرتؒ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں کہ جاہل کو وعظ کہنا حرام ہے بلکہ اعلیٰ حضرت علامہ شاہ احمد رضا خان افغانی فاضل بریلویؒ کے نزدیک جاہل کی تبلیغ زنا سے بدتر ہے۔ اعلیٰ حضرتؒ فرماتے ہیں

"وانما حق العوام ان یؤمنوا و یسلموا ویشغلوا بعبادتھم و معایشھم و یترکوا العلم للعلمآء فالعامی لو یزنی او یسرق کان خیرا له من ان یتکلم فی العلم فانه من تکلم فی الله أو فی دینه بغیر اتقان العلم وقع فی الکفر من حیث لا یدری کن یرکب لجة البحر وھو لایعرف السباحة (فتاوی رضویہ ج ۱ ص ۲۱۵ ثم احیاء العلوم ج ۳ باب مداخل الشیطان الی القلب)

ترجمہ: اور یقیناً عوام کا حق یہ ہے کہ ایمان اور اسلام لانے کے بعد اپنی عبادات اور اپنے معاش دنیا میں مصروف عمل رہے۔ اور علم کو علماء کے لئے چھوڑ دے پس اگر کوئی عامی زنا یا چوری کرے تو یہ اس کے لئے تکلم فی العلم (مبنی بر جہالت سے بہتر ہے اگر چہ گناہ کبیرہ ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے دین میں اتقان فی العلم کے بغیر گفتگو کرنے والا کفر میں واقع ہو جاتا ہے اور اس کو اس بات کا پتہ نہیں چلتا (من حیث لا یدری) جس طرح کوئی شخص دریا کی لہر میں کود پڑے درآں حالیکہ اسے تیرنا نہ آتا ہو۔ اعلیٰ حضرتؒ دوسری جگہ ایک مسئلہ کے جواب میں فرماتے ہیں کہ جاھل کو وعظ کہنے کی اجازت نہیں کیونکہ وہ جتنا سنوارے گا۔ اس

سے زیادہ بگاڑے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی مسجد میں جاھل کو وعظ کہتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ کیا تم قرآن میں ناسخ و منسوخ جانتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ نہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے اپنے آپ کو بھی ہلاک کیا اور دوسروں کو بھی ہلاک کیا اور ہماری مسجد سے نکل جاؤ اور یہاں وعظ نہ کرنا۔ (بستان العارفین ص ۱۴، قرطبی، ج ا، تفسیر عزیزی، ایضاوغیرہ)

اور مفتی محمد شفیع دیوبندی نے معارف القرآن ص ۲۸۰، ج اپر لکھا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "ھلکت و اھلکت مع زیادۃ" اور فرمایا کہ میری مسجد سے نکلو اور آئندہ نہ آنا لہذا علم کے بغیر کسی کو مبلغ اور واعظ بننا جائز نہیں ہے۔ اور آیت کریمہ "ولتکن منکم امۃ خیر یدعون الی الخیر...... الآیۃ" کی تفسیر میں عام معتمد اور ثقہ مفسرینؒ کے علاوہ مولوی شبیر احمد عثمانی اور مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی تبلیغ کے لئے علم و حکمت و دانش کی شرط لگائی ہے اور جاھل مبلغین پر سخت رد کیا ہے اور قرطبی نے لکھا ہے کہ امر بالمعروف کرنے والوں کے لئے عالم ہونا وجوبی شرط ہے اور یہ بات ہم بھی تسلیم کرتے ہیں مگر ان دلائل سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ولیؒ اور پیر مرشدؒ بننے کے لئے مروجہ درسِ نظامی پڑھنا شرط ہے۔ کیونکہ ولیؒ اور پیر و مرشدؒ بننے کی شرائط الگ ہیں۔ ہاں یہ بات سونے پہ سہاگہ ہے کہ ایک شخص باشرائط (مثلاً صحتِ عقیدہ، عمل صالح، اور باطنی نور و فیض وغیرھا کا حامل) پیر و مرشد بھی ہو اور ساتھ ساتھ ایک تبحر اور راسخ فی العلم عالم ربانی بھی ہو۔ (جو کہ وارثِ کامل ہوتا ہے) دوسری بات یہ ہے کہ کسی فن کے بارے میں شرائط کا تعین کرنا اس فن کے مجتہدینؒ اور محققینؒ کا کام ہے اور انہی کی بات دلیل بھی بنتی ہے۔ پیر و مرشدؒ بننے کی شرائط میں مروجہ درسِ نظامی کی شرط تصوف کے مجتہدینؒ اور محققینؒ (مثلاً حضرت سیدنا شاہ نقشبندؒ، حضرت سیدنا امام ربانیؒ، حضرت سیدنا غوث اعظمؒ، حضرت سیدنا

معین الدین چشتیؒ، اور حضرت سیدنا شہاب الدین سہروردیؒ) سے ثابت نہیں ہے۔ لہذا اس کی شرط لگانا درست نہیں ہے نیز نفسِ حصولِ تفقہ فی الدین درسِ نظامی مروجہ پر منحصر نہیں۔ بلکہ صحبتِ اکابر اولیاءؒ وعلمائے راسخین ؒ سے بطورِ سماع بھی حاصل ہوسکتا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ جو علماء، پیرومرشدؒ بننے کے لئے مروجہ درسِ نظامی کی شرط لگاتے ہیں ان میں سے اکثر حضرات خود طریقت وتصوف میں استاذِ کامل (شیخِ کامل مکملؒ) سے تربیت یافتہ نہیں ہیں لہذا ان کا قول قابلِ اعتبار نہیں جیسا کہ فنِ طب میں غیر طبیب یا ناقص طبیب کا قول غیر معتبر ہوتا ہے۔ بہت سے حضرات جنہوں نے مروجہ درسِ نظامی اور فنون نہیں پڑھے مگر درجۂ ولایت پر فائز ہوئے اور رشد وھدایت کا فریضہ بھی سرانجام دیا مثلاً حضرت آدم علی نبینا علیہ السلام جو اس دنیا میں پہلے بشر تھے انہوں نے مروجہ فنون نہیں پڑھے تھے مگر ولی بھی تھے اور پیرو مرشد بھی تھے۔ نبوت ورسالت بھی ملی اور اولوالعزم کے رتبہ پر بھی فائز ہوئے اور علمِ لدنی بھی بفضلِ الٰہی مل گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم میں ہے: "وعلم آدم الاسماء کلھا ...... الآیۃ" یعنی اس نے (اللہ ﷻ نے) آدم علیہ السلام کو تمام اسماء سکھائے۔ پھر اسماء کی تفسیر میں بہت اختلافات ہیں (پوری تحقیق تفسیر مظہری میں درج ہے) اسی طرح ولایتِ ملائکہ کرام علیہم السلام ہے انہوں نے کون سے فنون پڑھے؟ جبکہ وہ اللہ کے ولی اور دوست ہیں۔ اور اس کے حکم سے سرمو انحراف نہیں کرتے۔ قرآن کریم میں ہے "ویفعلون ما یؤمرون" یعنی وہ کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اکثر انبیاء کرام علیہم السلام کا قبل از وحی ولی اور مرشد ہونا۔ اسی طرح حضرت سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کا ولیہؒ ہونا۔ قرآن کریم میں ہے: "وامہ صدیقۃ" یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ سیدہ مریم رضی اللہ عنہا صدیقیت کے مقام پر فائز تھیں (والتفصیل فی المظہری وغیرہ) اسی طرح حضرت امِ موسیٰ علیہ السلام کی ولایت کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے: واوحینا الیٰ امِ موسیٰ

...... الآیۃ یہ وحی غیر تشریعی ہے جو اکابر محدث اولیاء" کو ملتی ہے۔ (کما فی التفسیر المظہری)

اسی طرح حضرت آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہا جو فرعون کی زوجہ تھیں، ولیہ تھیں اور آخرت میں آقائے دو جہاں سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں شامل ہوں گی۔ اسی طرح قرآن کریم نے حضرت خضر علیہ السلام کی ولایت اور علم کے حصول (بغیر مروجہ فنون کے پڑھے) تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے "آتیناہ رحمۃ من عندنا وعلمناہ من لدنا علما ٥ یعنی ہم نے اسے (خضر علیہ السلام) کو اپنی جانب سے رحمت اور علم عطا کیا۔ اسی طرح بعض اولیاء اللہ" کو بچپن ہی میں ولایت عطا کر دینا ثابت ہے۔ مثلاً حضرت غوث الاعظم" اور حضرت شاہ نقشبند" (کما فی نفحات الانس للعلامہ الجامی") اسی طرح بعض امی حضرات جنہیں اللہ ﷻ نے ولایت عطا فرمائی تھی اور وہ حضرات بہت سے اکابر مشائخ" کے پیر و مرشد" ہوئے، مثلاً حضرت حماد بأس" جو حضرت غوث اعظم" کے پیر و مرشد" تھے اور بظاہر امی تھے۔ حضرت حبیب عجمی" جو حسن بصری" کے مرید تھے اور بعد میں آنے والوں کے (یعنی مشائخ" کے) پیر و مرشد" تھے حالانکہ امی تھے۔ حضرت امام شعرانی" کے پیر و مرشد" بھی امی تھے۔ کما فی مقدمۃ الانعار القدسیۃ) اسی طرح دیگر حضرات بھی تھے جنہوں نے مروجہ فنون نہیں پڑھے مگر وہ اولیاء اللہ بھی تھے اور رشد و ھدایت کا فریضہ بھی سرانجام دیتے رہے۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تمام امت مسلمہ پر پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور پھر سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور پھر دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فضیلت دیگر تمام مسلمانوں پر مروجہ درسِ نظامی وفنون کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ صحبت مع النبی الاکرام ﷺ اور تعلق باللہ ﷻ اور علم باللہ ﷻ کی وجہ سے ہے۔ جیسا کہ مفسرین" نے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء کے تحت تحقیق فرمائی ہے۔ اسی طرح خیر التابعین سیدنا اویس قرنی"

جو قرن کے جنگلوں میں اونٹ چراتے اور اپنی والدہ محترمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں مشغول رہتے انہوں نے تو فنونِ مروجہ و مدونہ نہیں پڑھے لیکن ولایت اور ارشاد کے کتنے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوئے؟ اسی طرح ولایتِ امام مہدیؓ قبل ولادت نص سے ثابت ہے۔ اسی طرح اصحابِ کہف ؓ بلکہ اصحاب کہفِ ؓ کے کتے کی (قطمیرؓ کی) ولایت قرآن کریم سے ثابت ہے۔ یہ سوچنے کا مقام ہے کہ انہوں نے کون سے مروجہ فنون اور درسِ نظامی کی تحصیل کی تھی؟ اسی طرح ھُد ھُد سُلیمان علیہ السلام اور نملۃ سلیمان علیہ السلام، اسی طرح اسطوانہ حنانہ جو نبی کریم ﷺ کی جدائی میں رویا تھا، اسی طرح دیگر حیوانات (جنکا ذکر صاحب روح البیان نے کیا ہے) کو ولایت حاصل تھی جبکہ انہوں نے تو کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی۔ اسی طرح حضرت یحییٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا جبکہ ابھی وہ بچے ہی تھے۔ "واتیناہ الحکم صبیا ..... الآیۃ" اس وقت انہوں نے کون سے فنون پڑھے تھے؟ اسی طرح حضرت شیبان راعیؒ کی ولایت ہے۔ اسی طرح شیخ الاسلام احمد نامقی جامیؒ جو کئی کتب تصوف کے مصنف ہیں حالانکہ امی تھے۔ (النفحات للجامیؒ) حضرت شیخ عبد العزیزؒ دباغ صاحبِ تفسیر (ابریز تبریز)، شیخ برکۃ حمدائیؒ اور دیگر کامل مکمل، مشہور اولیاء اللہؒ جنہوں نے مروجہ درسِ نظامی و فنون نہیں پڑھے تھے بلکہ امی تھے، انہیں اللہ عزوجل نے ولایت اور اپنی جانب سے علم عطا فرمایا تھا۔ اور یہ حضرات اپنے زمانے میں پیر و مرشدؒ کی مسند عالیہ پر فائز رہے۔ مزید تفصیل کے لئے پیر طریقت رہبرِ شریعت حضرت علامہ مولانا سید جعفر حسینی نقشبندی سیفی مدظلہ العالی کی تصنیف لطیف "الجواب الشافی فی اثبات ولایت الامی بفضل الآلھی وبسبب صحبۃ النبی ﷺ او الولیؒ" جو فارسی زبان میں ہے، ملاحظہ کریں پس مرتبۂ ولایت و ارشاد کا حصول صرف اللہ کے فضل و عنایت اور انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء راسخینؒ کاملینؒ کی صحبت بابرکت پر منحصر ہے نہ کہ مروجہ فنون و

درسِ نظامی کے حصول پر۔ اسی طرح ظاہری علم کا حصول بھی مروجہ فنون و درس نظامی پر منحصر نہیں ہے بلکہ عارف کامل مکمل ؒ کی صحبت کے التزام سے اور ان سے سماع کرنے سے بھی حاصل ہوتا ہے جیسا کہ صحابہ کرامؓ اکثر تابعینؒ اور مشائخ کبارؒ کے اکثر خلفاءِ کرامؒ کو صحبت کے التزام اور سماع سے علمِ باطن کے ساتھ ساتھ علم ظاہر بھی حاصل ہوا تھا۔ حضرت مولانا رومیؒ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں کہ

گر کنے خدمت بخوانے یک کتب   علمھائی نادرہ یا بے ز جیب

در دلت یا بے علوم انبیاء علیہم السلام   بے کتاب و بے معید و استاد

(لب لباب مثنوی کتاب العلم)

ترجمہ: اگر تو اولیآء کرامؒ کی خدمت کرے اور ایک کتاب پڑھے تو نادر علوم اپنے گریبان میں پائے گا، اپنے دل میں انبیاء علیہم السلام کے علوم (ظاہری و باطنی) پائے گا بغیر کتاب اور تختی اور استاد کے'' (مثنوی شریف)

اسی طرح حضرت علامہ سید محمود آلوسی حنفیؒ نے اپنی تفسیر روح المعانی سورۃ جمعہ کی آیتِ کریمہ ''ھو الذی بعث فی الامیین رسولا ...... الخ'' باب الاشارات ص ۱۵۷، ۱۵۸، (طبع مکتبہ حقانیہ ملتان) میں تحریر فرمایا ہے کہ

''اشارۃ الی عظیم قدرتہ عزوجل وان افاضۃ العلوم لا تتوقف علی الاسباب العادیۃ و منہ قالوا ! ان الولی یجوز أن یکون امیا کالشیخ معروف الکرخیؒ، علی ماقال ابن الجوزی، وعندہ من العلوم اللدنیۃ ما تقصر عنھا العقول و قال عز بن عبد السلامؒ : قد یکون الانسان عالما باللہ تعالیٰ ذا یقین ولیس عندہ علم من فروض الکفایات، وقد کان الصحابۃؓ اعلم من العلماء التابعینؒ بحقائق الیقین و دقائق المعرفۃ مع ان

من علماء التابعينؒ من هو اقوم بعلم الفقه من بعض الصحابهؓ ، ومن انقطع الى الله عز وجل و خلصت روحه افيض على قلبه انوار ألهية تهيأت بها لا دراک العلوم الربانية والمعارف اللدنية، فالولاية لاتتوقف قطعا على معرفة الفقه مثلا على الوجه المعروف، بل على تعلم ما يلزم الشخص من فروض العين على أى وجه كان من قرأة أو سماع من عالم أو نحو ذالک

ترجمہ: مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ ﷻ کی قدرتِ عظیمہ کی طرف اشارہ ہے اور اس بات کی طرف بھی کہ علوم کا افاضہ کرنا اسباب عادیہ پر موقوف نہیں اس لئے علماءؒ نے کہا ہے کہ ولیؒ کا امی ہونا جائز ہے۔ جیسے کہ حضرت معروف کرخیؒ جیسا کہ ابن جوزی نے کہا ہے، جبکہ ان کے (حضرت معروف کرخیؒ) کے پاس اتنے علوم لدنیہ تھے، جس سے عقلیں عاجز ہوتی تھیں۔ حضرت عز الدین بن عبد السلامؒ نے فرمایا ہے کہ کبھی انسان عالم باللہؒ اور صاحب یقینؒ کامل ہوتا ہے حالانکہ اس کے پاس فرضِ کفایہ علوم نہیں ہوتے اور یقیناً صحابہ کرامؓ حقائق یقینیہ اور معرفت کے دقائق کی بناء پر علماء تابعینؒ سے زیادہ عالم تھے اگرچہ بعض علماء تابعینؒ فقہ میں بعض صحابہ کرامؓ سے زیادہ عالم تھے۔ اور جو شخص اپنا تعلق مخلوق سے منقطع کر کے اللہ ﷻ کی طرف متوجہ ہو گیا اور اس کی روح (نفس سے) آزاد ہو گئی تو اس کے قلب پر انوار الٰہیہ انڈیلے جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ علوم ربانیہ اور معارف لدنیہ کے ادراک کی استعداد حاصل کر لیتا ہے۔ پس ولایت کا حصول قطعی طور پر علومِ رسمیہ مثلاً نحو، معانی، اور بیان وغیرہا پر موقوف نہیں ہے اور نہ ہی معروف و مروجہ علمِ فقہ پر موقوف ہے۔ بلکہ فرضِ عین علم کی تحصیل بھی کافی ہے چاہے اس فرض، عین علم کا حصول مروجہ طریقے سے ہو یا کسی عالم باعمل (یا شیخ کامل مکملؒ) سے سماع کے طریقے پر ہو یا دیگر کسی واسطے سے ہو...... الخ (تفسیر روح المعانی)

پس اس عبارت سے یہ معلوم ہوگئی کہ اس زمانے میں مراتب ولایت وارشاد کے حصول اور علوم شرعیہ کے حصول کے لئے مروجہ فنون کا پڑھنا لازم وشرط نہیں ہے بلکہ ان کے حصول علماءؒ ومشائخؒ کی صحبت اور ان سے سماع کرنے اور ان کی توجہات عالیہ سے خصوصاً طریقہ عالیہ صدیقیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ میں سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کی ایک توجہ سو چلوں سے بہتر ہے۔ (کمافی المکتوبات الشریفہ للامام الربانیؒ) اور اس سلسلہ مبارکہ نقشبندیہ میں وصول الی اللہ ﷻ میں بچے، نوجوان، بوڑھے اور عورت برابر ہیں، بلکہ اس سلسلہ عالیہ کے مشائخؒ سے مردے بھی فیض پاتے ہیں جیسا کہ حضرت سیدنا امام ربانیؒ واقف اسرار متشابہاتِ قرآنی نے اپنے مکتوبات شریفہ میں تحقیق فرمائی ہے۔ جبکہ وراثتِ حقیقی دونوں علوم (علمِ ظاہر و باطن) کے جمع کرنے پر منحصر ہے۔ پس علم ظاہر، جس طرح مروجہ فنون سے حاصل ہوتا ہے اسی طرح مشائخ کبارؒ کی صحبت کے التزام اور ان سے سماع کرنے سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ اور علم باطن مشکوٰۃ صدر النبی ﷺ سے انعکاس کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ چاہے بلا واسطہ ہو یا بواسطہ یا بالوسائط ہو۔ جیسا کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری میں اور امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے مکتوب نمبر ۱۳ ج ۲، م نمبر ۵۴، ج ۱ میں تصریح فرمائی ہے، لہٰذا ان کتابوں کی طرف مراجعت فرمائی جائے۔

آخر میں ہم چند نکات کی وضاحت کرتے ہیں تاکہ مسئلہ مزید واضح ہو جائے۔

(۱) نکتہ اولیٰ: یہ ہے کہ وراثتِ حقیقی جمع بین العلمین (علم ظاہر وعلم باطن) پر منحصر ہے حدیث مبارکہ ہے: "العلماء ورثة الانبياء علیہم السلام" یعنی علماء کرامؒ انبیاء کرام علیہم السلام کی وارث ہیں۔ اور دوسری حدیث مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت علم ہے۔ اور یہ بات عقلاً ونقلاً ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام دونوں علوم کے جامع ہوتے ہیں۔ کمافی الحدیث "**العلم علمان فعلم فی القلب فذالک**

هو العلم النافع و علم على اللسان فذالک حجة الله علیٰ ابن آدم ﷺ (مشکوۃ و احیاء العلوم) (و کما فی حدیث البخاری عن ابی ہریرۃؓ حفظت من رسول الله ﷺ و عائین ای من العلم اما الاول فبثثته فیکم (ای بلسان القال) واما الاخر فلو بثثته فیکم (بلسان المقال) لقطع ھذا البلعوم. والتفصیل فی احقاق المعانی و المظھری و المرقات واشعة اللمعات فلیراجع) اگرایک علم ہواور دوسرا نہ ہوتو یہ نقص ہے اور نقصِ انبیاء کرام علیہم السلام میں قطعاً متصور نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا انبیاء کرام، علیہم السلام کے کامل وارثؒ وہی ہوں گے جو علم ظاہر اور علمِ باطن دونوں کے جامع ہوں گے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''**انما یخشی الله من عباده العلماء**'' یعنی ''اللہ کے بندوں میں سے اللہ سے خشیت رکھنے والے علماء ہی ہیں'' اور تفسیر روح المعانی اور مظہری میں ہے کہ یہاں علماء سے مراد علماء باللہؒ اور جامع وارثین ہیں نہ کہ صرف ظاہری فنون کے حامل علماء۔ حضرت علامہ عبدالغنی نابلسی حنفیؒ فرماتے ہیں: ''من لم یخش اللہ فلیس بعالم'' (حدیقة الندیہ ج ا، وکذا فی المظہری) یعنی جو اللہ تعالیٰ سے خشیت نہیں رکھتا وہ حقیقی عالم نہیں ہے۔ اور مراتب خشیت علم باللہ کی تکثیر سے حاصل ہوتے ہیں۔ لہٰذا جو حقیقی عالم نہ ہو وہ حقیقی وارث بھی نہیں ہوسکتا (فافہم) قرآن وحدیث کی وضاحت کے بعد اب آئمہ کرامؒ کے اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

سراج الامۃ حضرت سیدنا امام الاعظم ابوحنیفہؓ کا فرمان ہے ''لولا سنتان لھلک نعمان'' یعنی اگر میری عمر کے دو سال تحصیلِ کمالات باطنیہ میں صرف نہ ہوتے تو نعمانؒ بن ثابتؒ ہلاک ہوجاتا۔ پس ان دو سالوں سے مراد مرتبۂ اجتہاد پر فائز ہونے سے پہلے ابتدائی جوانی کے دو سال ہیں جن میں امام اعظمؒ، حضرت امام جعفر صادقؓ سے طریقہ

صدیقیہ نقشبندیہ میں (ایک قول کے مطابق) اور حضرت فضیل بن عیاضؒ سے طریقہ علویہ قادریہ میں کمالات باطنیہ حاصل کئے۔ نور فراست اور کمالات باطنیہ اور علوم ظاہرہ کی تحصیل کے بعد مرتبہ اجتہاد مطلق پر فائز ہو کر مسائل اجتہادیہ میں استنباط فرما کرامت مسلمہ کے لئے روشن چراغ بن گئے۔ حضرت امام الشریعۃ والطریقۃ مولانا محمد ہاشم سمنگانی اویسیؒ فرمایا کرتے تھے کہ "لولا سنتان لھلک نعمانؒ"، میں سین کو ضمہ کے ساتھ پڑھنا راجح ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر دو سُنّتیں یعنی ثابت بالسنۃ چیزیں (علم باطن و علم ظاہر) نہ ہوتیں تو نعمانؒ ہلاک ہو جاتے کیونکہ محرماتِ ظاہرہ اور باطنہ سے اجتناب اور فرائض ظاہرہ اور باطنہ کا امتثال ان دو علوم پر مبنی ہے۔ اور ان دو علوم کے بغیر محرمات کا ارتکاب اور فرائض کا ترک لازم آتا ہے جو کہ ہلاکت ہے لیکن علمِ ظاہر اور احکامِ شرعیہ کا علم مروجہ و مدونہ فنون پر موقوف نہیں بلکہ اگر فنونِ مدونہ کے ذریعے حاصل ہو جائے یا صحبتِ مشائخ کبارؒ سے فقہ اور علم اخذ کیا جائے یا علماء راسخینؒ کے اقوال سننے سے حاصل ہو جائے۔ ان تمام صورتوں میں علمِ ظاہر سے اتصاف صحیح ہے بلکہ مؤخر الذکر دو طریقے تو خیر القرون بالخصوص عہدِ نبوی ﷺ میں معمول تھے۔ کتاب اثبات البیعت (مصنفہ: پیر طریقت رہبر شریعت قطب سرحد فی زمانہ حضرت سراج الحق سیفی مرحوم) کے حاشیہ پر ہے: حضرات آئمہ مجتہدینؒ نے بھی صوفیاءِ کرامؒ کی صحبتِ اختیار کی ہے۔ ہمارے مذہب کے پیشوا امام اعظمؒ ابو حنیفہ جن کی فقاہت و علمیت کو حضرت امام شافعیؒ نے ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے: "الناس کلھم عیال ابی حنیفۃؒ فی الفقہ" یعنی سارے لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہؒ کا کنبہ ہے جن کی نیکی اور پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ طبقاتِ کبریٰ ص ۴۶ پر ہے۔

"ختم القرآن فی الموضع الذی مات فیہ سبعۃ آلاف مرۃ"

یعنی جس جگہ آپؒ نے وفات پائی وہاں آپؒ نے سات ہزار ختم قرآن کئے۔

آپؒ نے حضرت اما جعفر صادقؒ اور حضرت اما باقرؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر علوم باطنیہ اور فیوض و برکات حاصل کیئے اور دو سال ان کی صحبت میں رہے فقط یہی نہیں بلکہ ان دو سانوں کو اپنی پوری زندگی پر ترجیح دیتے ہوئے فرمایا: "لولا سنتان لهلك نعمانؒ" حضرت امام ابو حنیفہؒ نے حضرت امام جعفر صادقؒ کے فیضِ صحبت سے بہت کچھ پایا۔ حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ باوجود عالمِ ربانی اور متبع سنت ہونے کے حضرت شیبان راعیؒ کے پاس حاضر ہوتے اور ان سے علوم باطنیہ اور فیوض و برکات حاصل کرتے تھے جبکہ وہ ایک مسکین چرواہے تھے اور بظاہر امی تھے۔ جب ان دونوں حضراتؒ سے پوچھا جاتا کہ آپ مقتدائے زمانہ ہو کر ایک سیدھے سادے شخص کے پاس کیوں جاتے ہیں؟ تو آپؒ فرماتے ہم ان سے وہ کچھ حاصل کرتے ہیں جو ہمارے پاس نہیں ہے۔ امام شعرانیؒ فرماتے ہیں: "و كان يقول صحبت الصوفيةؒ عشر سنين" یعنی امام شافعیؒ فرماتے تھے کہ میں نے صوفیاء کرامؒ کی صحبت میں دس سال گزارے ہیں۔ (محشی: فقیر سید احمد علی شاہ سیفی مدظلہ العالی)

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں: "من تفقه ولم يتصوف فقد تفسق و من تصوف ولم يتفقه فقد تزندق و من جمع بينهما فقد تحقق" (کمافی المرقاۃ شرح المشکوٰۃ ج ا ذیل حدیث (العلم علمان الخ) یعنی جس نے صرف علمِ ظاہر کو حاصل کیا اور امراضِ باطنیہ سے اپنے نفس کو پاک نہ کیا تو وہ فاسق رہے گا۔ اور جس نے تصوف پڑھا مگر فقہ نہیں پڑھی تو وہ زندیق ہوگیا (کیونکہ پھر طریقت کو شریعت سے علیحدہ سمجھے گا اور ظاہر شریعت سے انکار کرے گا اور بہت سی ضروریاتِ دین سے بوجہ جہالت انکار کرے گا۔ پھر تفقہ فی الدین فنونِ مروجہ پڑھنے پر منحصر نہیں بلکہ صحبتِ اکابر علماءؒ و اولیاءؒ سے بھی بطور سماع حاصل کیا جاسکتا ہے (کمامر) اور جس نے دونوں (علمِ ظاہر و علم باطن) کو جمع کیا پس

وہ مقام تحقیق اور مقام وراثت تک پہنچ گیا۔ ان آئمہ کرامؒ کے اقوال و افعال سے ثابت ہوگیا کہ حقیقی وراثت دونوں علوم (علم ظاہر و علم باطن) کے حاصل کرنے پر منحصر ہے۔ حضرت امام ربانی واقف سر لامکانی قیوم زمانی مجدد و منور الف ثانیؒ شیخ احمد فاروقی سرهندیؒ نے اپنے (مکتوب نمبر ۲۶۸، ج ۱، م ۵۴، ج ۲، م ۱۳، ج ۲) پر اور حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری ص ۱۱۰، ج ۱ پر تصریح فرمائی ہے کہ کامل وراثت جمع بین العلمین سے حاصل ہوتی ہے۔ عبارات ملاحظہ ہوں:

مکتوب نمبر ۱۳ ج ۲: اس بیان میں کہ علماءِ ظاہرؒ کے نصیب کیا ہے اور صوفیہؒ کے حصہ میں کیا آرہا ہے۔ اور علماءِ راسخینؒ جو انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں ان کے نصیب میں کیا ہے؟ مرزا شمس الدینؒ کی طرف اس کے خط کے جواب میں لکھا ہے۔

حمد و صلوۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا مبارک خط جواز روئے کرم کے صادر فرمایا تھا۔ برادرِ عزیز شیخ محمد طاہرؒ نے پہنچایا اور خوش وقت کیا۔ آپ نے لکھا تھا کہ ملاقات کے حاصل ہونے تک ایسے مکتوبات کے ساتھ جو نصیحتوں سے پر ہوں، یاد فرماتے رہیں۔ میرے مخدوم و مکرم النصیحة هي الدين و متابعة سيد المرسلين عليه وعليهم من الصلوات افضلها و من التحيات اكملها یعنی سب سے اعلیٰ نصیحت یہی ہے کہ حضرت سید المرسلین ﷺ کا دین اور ان کی متابعت اختیار کریں۔

سید المرسلین ﷺ کے دین اور متابعت سے علماءِ ظاہرؒ کا نصیب عقائد درست کرنے کے بعد شرائع و احکام کا علم اور اس کے موافق عمل ہے اور صوفیہؒ کا نصیب بمعہ اس چیز کے جو علماءؒ رکھتے ہیں، احوال و مواجید اور علوم و معارف ہیں، اور علماء راسخینؒ کا نصیب جو انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں بمعہ اس چیز کے جس کے ساتھ صوفیہؒ ممتاز ہیں وہ اسرار و دقائق ہیں جن کی نسبت متشابہات قرآنی میں رمز و اشارہ ہو چکا ہے۔ اور تاویل کے

طور درج ہو چکے ہیں ۔ یہی لوگ متابعت میں کامل اور وراثت کے مستحق ہیں۔ یہ لوگ وراثت تبعیت کے طور پر انبیاء کرام علیہم السلام کی خاص دولت میں شریک اور بارگاہ کے محرم ہیں۔ اسی واسطے "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" کے شرفِ کرامت سے مشرف ہوئے ہیں۔ پس آپ کو بھی لازم ہے کہ علم وعمل وحال ووجد کے روئے سے حضرت سید المرسلین حبیب رب العالمین علیه و علی جمیع الانبیاء والمرسلین والملائکة المقربین و اهل طاعته اجمعین الصلواة والتحیات کی متابعت بجا لائیں تا کہ اس وراثت کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہو، جو نہایت اعلیٰ درجہ کی سعادت ہے۔ والسلام۔

(مکتوبات امام ربانیؒ جلد دوم دفتر دوم مکتوب نمبر ۱۳)

مکتوب نمبر ۵۴ ج ۲:

یہ مکتوب شریف طویل ہے ہم اپنے مدعا کی مناسبت سے مختصراً نقل کرتے ہیں۔

اس بیان میں کہ آنحضرت ﷺ کی متابعت کے بہت سے مرتبے اور درجے ہیں اور وہ سات درجے ہیں۔ ہر ایک درجہ کی تفصیل میں سید شاہ محمدؒ کی طرف صادر فرمایا ہے۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفی ۔ اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔ آنحضرت ﷺ کی متابعت جو دینی اور دنیاوی سعادتوں کا سرمایہ ہے۔ کئی درجے اور مرتبے رکھتی ہے۔

(۱) پہلا درجہ عوام اہل اسلام کیلئے ہے یعنی تصدیق قلبی کے بعد اور اطمینانِ نفس (جو درجہ ولایت سے وابستہ ہے) سے پہلے احکامِ شرعیہ کا بجالانا اور سنتِ سنیہ کی متابعت ہے اور علماء ظاہرؒ اور عابدؒ و زاہدؒ جن کا معاملہ ابھی تک اطمینان نفس تک نہیں پہنچا۔ متابعت کے اس درجہ میں شریک ہیں اور اتباع کی صورت حاصل ہونے میں برابر ہیں (ملخصاً)

(۲) دوسر درجہ آنحضرت ﷺ کے اقوال و اعمال کا اتباع ہے جو باطن سے تعلق رکھتا ہے مثلاً تہذیبِ اخلاق۔ بری صفتوں کا دور کرنا اور باطنی امراض کا رفع کرنا وغیرہ جو مقامِ طریقت کے متعلق ہے۔ اتباع کا یہ درجہ اربابِ سلوک" کے ساتھ مخصوص ہے۔ جو طریقہ صوفیہ" کو شیخِ مقتداء" سے اخذ کر کے سیر الی اللہ کی وادیوں اور جنگلوں کو قطع کرتے ہیں۔ (ملخصاً)

(۳) تیسرا درجہ آنحضرت ﷺ کے ان اذواق و احوال و مواجید کی اتباع ہے، جو ولایتِ خاصہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ درجہ ان اربابِ ولایت کے ساتھ مخصوص ہے جو مجذوب سالک" یا سالک مجذوب" ہیں۔ جب مرتبہ ولایت ختم ہو جاتا ہے اور اطمینان نفس حاصل ہو کر طغیان و سرکشی ختم ہو جاتی ہے تو اس وقت جو کچھ متابعت کرتا ہے وہ متابعت کی حقیقت ہوتی ہے۔ (ملخصاً)

(۴) چوتھا درجہ نفس کے مطمئن ہونے اور اعمالِ صالحہ کی حقیقت بجالانے کا درجہ ہے۔ پہلے درجہ میں اس متابعت کی صورت تھی اور یہاں اتباع کی حقیقت ہے۔ اتباع کا یہ چوتھا درجہ علماءِ راسخین" کے ساتھ وابستہ ہے جو اطمینان نفس کے بعد متابعت کی حقیقت سے متحقق ہو چکے ہیں۔ اگرچہ اولیاء اللہ" اصحاب ولایات ثلاثہ قبل الکمالات و الحقائق " کو بھی قلب کی تمکین کے بعد تھوڑا سا اطمینان نفس حاصل ہوتا ہے لیکن کمال اطمینان نفس کو کمالات نبوت کے حاصل کرنے میں ہوتا ہے پس علماء راسخین" نفس کے کمال اطمینان کے باعث شریعت کی حقیقت سے، جو اتباع کی حقیقت ہے، متحقق ہوتے ہیں (ملخصاً)

(۵) متابعت کا پانچواں درجہ آنحضرت ﷺ کے ان کمالات کا اتباع ہے جن کے حاصل ہونے میں علم و عمل کا دخل نہیں۔ بلکہ ان کا حاصل ہونا محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر موقوف ہے۔ یہ درجہ نہایت بلند ہے۔ اس درجہ کے مقابلے میں دوسرے درجوں کی کچھ

حقیقت نہیں۔ یہ کمالات اصل میں اولوالعزم پیغمبروں علیھم السلام کے ساتھ مخصوص ہیں یا ان لوگوں کے ساتھ جن کو تبعیت و وراثت کے طور پر اس دولت سے مشرف فرمائیں (ملخصاً)

(۶) متابعت کا چھٹا درجہ آنحضرت ﷺ کے ان کمالات کا اتباع ہے جو آنحضرت ﷺ کے مقامِ محبوبیت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ جس طرح پانچویں درجہ میں کمالات کا فیضان محض فضل و احسان پر تھا۔ اس چھٹے درجہ میں ان کمالات کا فیضان محض محبت پر موقوف ہے۔ متابعت کا یہ درجہ بھی بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ پہلے درجہ کے سوا متابعت کے یہ پانچ درجات مقاماتِ عروج کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں انکا حاصل ہونا صعود پر وابستہ ہے۔ (ملخصاً)

(۷) متابعت کا ساتواں درجہ وہ ہے جو نزول و ھبوط سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ درجہ پہلے تمام درجات کا جامع ہے کیونکہ اس مقامِ نزول میں تصدیق قلبی بھی ہے اور تمکین قلبی بھی ہے۔ اور نفس کا اطمینان بھی اور اجزاء قالب کا اعتدال بھی جو طغیان و سرکشی سے باز آگئے ہوتے ہیں۔ پہلے درجے گویا اس متابعت کے اجزاء ہیں اور یہ درجہ ان اجزاء کا کل ہے الخ ......پس کامل تابعدار" وہ شخص ہے جو متابعت کے ان ساتوں درجوں سے آراستہ ہو، اور وہ شخص جس میں متابعت کے بعض درجے ہیں اور بعض نہیں ہیں تو وہ درجات کے اختلاف کے بموجب فی الجملۃ طور پر تابع ہے۔

علماءِ ظاہر" پہلے درجہ پر ہی خوش ہیں کاش یہ لوگ درجۂ اول کو ہی سرانجام کرلیں۔ انہوں نے متابعت کو صورتِ شریعت پر موقوف کر رکھا ہے۔ اس کے سوا کوئی اور امر خیال نہیں کرتے۔ اور طریقہ صوفیہ" کو جو درجاتِ متابعت کے حاصل ہونے کا واسطہ ہے۔ بیکار تصور کرتے ہیں۔ ان میں سے اکثر علماء ہدایہ اور بزدوی کے سوا کسی اور امر کو اپنا

پیرو مقتدا نہیں جانتے۔ (ملخصاً)

(مکتوبات شریفہ جلد دوم دفتر دوم مکتوب ۵۴)

مکتوب نمبر ۲۶۸ ج ۱:

اس بیان میں ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت کا علم کون سا ہے اور ان علماءؒ سے جو حدیث "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" (رواہ الشیخ الاکبرؒ فی الفتوحات) میں واقع ہوئے ہیں، کون سے ہیں؟ اور اس بیان میں کہ علم اسرار جو انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت سے باقی رہا ہے۔ وہ علم توحید وجودی اور احاطہ وسریان اور قرب و معیت کے ان اسرر کے ماسوا ہے جن کے ساتھ اولیائے امتؒ (قبل از مقامِ رسوخ) نے تکلم کیا ہے اور ان کے مناسب امور کے بیان میں خانخاناںؒ کی طرف صادر ہوا ہے۔

الحمد لله و سلام علی عباده الذین اصطفی: اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام۔ ان حدود کے فقراءؒ کے احوال و اوضاع شکر کے لائق ہیں۔ والمسئول من الله سبحانه سلامتكم و عافيتكم و ثباتكم و استقامتكم ۔ چونکہ علمِ وراثت کی بحث درمیان میں آگئی ہے اس لئے چند کلمے اس کی نسبت بمقتضائے وقت لکھے جاتے ہیں۔

احادیث مبارکہ میں آیا ہے کہ "العلماء ورثة الانبیآء علیہم السلام" یعنی علماء کرامؒ انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔ وہ علم جو انبیاء کرامؑ سے باقی رہا ہے، دو قسم کا ہے۔ ایک علم الاحکام اور دوسرا علم الاسرار اور عالمِ وارثؒ وہ ہے جس کو ان دونوں علوم سے حصہ حاصل ہو، نہ کہ وہ شخص جس کو ایک ہی قسم کا علم نصیب ہو اور دوسرا علم اس کے نصیب میں نہ ہو کہ یہ بات وراثت کے منافی ہے کیونکہ وارث کو مورث کے سب ترکہ سے حصہ حاصل ہوتا ہے۔ نہ کہ بعض کو چھوڑ کر بعض سے اور وہ شخص جس کو بعض معین سے حصہ ملتا ہے وہ غرماء یعنی

قرض خواہوں میں داخل ہے کہ جس کا حصہ اس کے حق کی جنس سے متعلق ہے اور ایسے ہی آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "علماء امتی کانبیآء بنی اسرائیل" (رواہ الشیخ الاکبرؒ فی الفتوحات) یعنی میری امت کے علماءؒ بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کی طرح ہیں۔ ان علماءؒ سے مراد علماء وارثؒ ہیں نہ کہ غرماء کہ جنہوں نے بعض ترکہ سے حصہ لیا ہو کیونکہ وراث کو قرب اور جنسیت کے لحاظ سے مورث کی مانند کہہ سکتے ہیں۔ برخلاف غریم کہ اس علاقہ سے خالی ہے۔ پس جو شخص وارث نہ ہو وہ عالم بھی نہ ہوگا مگر یہ کہ اس کے علم ایک نوع کے ساتھ مقید کریں اور مثال کے طور پر یہ کہیں کہ علم احکام کا عالم ہے۔ اور عالمِ مطلقؒ وہ ہے جو وارث ہو اور اس کو دونوں قسم کے علوم سے پورا حصہ حاصل ہو...... الخ

(مکتوب ۲۶۸ ج ۱)

عبارت مظهری : قال القاضی ثناء الله الفنی الفتیؒ فی تفسیره (المظهری ص ۱۱۰، ج ۱) ذیل قوله تعالیٰ "ولقد علموا لمن اشتره ماله فی الآخرة من خلاق ولبئس ما شروا به انفسهم لو کانوا یعلمون" ...... فان قیل الیس قد قال الله تعالیٰ (ولقد علموا لمن اشتراه) علی التاکید القسمی فما معنی قوله تعالیٰ (لو کانوا یعلمون) قیل معناه انهم لما لم یعملوا بما علموا فکانهم ما علموا وقیل المثبت العقل الغریزی والعلم الاجمالی بقبح الفعل و ترتب العقاب والمنفی العلم بحقیقة ما یلحقه من العذاب والمختار عندی ان العلم علمان (۱) علم یتعلق بظاهر القلب و ذا لا یستتبع العمل ومنه علم الیهود (یعرفونه کما یعرفون ابنائهم) لا یجدیهم معرفتهم شیأ (مثلهم کمثل الحماء یحمل اسفارا) (۲) علم وهبی یتخلص الی صمیم القلب بعد انجلآئه والی النفس بعد اطمینانه وهو المعنی فی

قوله تعالیٰ (انما یخشی الله من عباده العلماء ...... الآية) وقوله علیه السلام "العلماء ورثه الانبیآءُ" یحبهم اهل السماء ویستغفرلهم الحیتان فی البحر اذا ماتوا الی یوم القیامة" (رواه ابن النجار عن انسؓ (واشار الی کلا العلمین افضل الانبیاء علیه الصلوة والثناء (خیر الخیار خیار العلماء وشر الشرار شرار العلماء) رواه الدارمی من حدیث الاحوص بن حکیمؓ وعن الحسن البصریؒ قال "العلم علمان : فعلم فی القلب فذالک العلم النافع وعلم علی اللسان فذالک حجة الله علی ابن آدم" رواه الدارمی، ...... الخ (تفسیر مظهری، ص ۱۱۰، ج ۱)

ترجمہ: حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اپنی تفسیر مظہری ص ۱۱۰، ج ۱ پر اس آیت کریمہ: "ولقد علموا لمن اشترا ...... الآية" کے تحت فرماتے ہیں کہ (پس اگر یہ کہا جائے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے "ولقد علموا لمن اشتراه" فرما کر تاکید قسمی "یعنی لام قسم اور تاکید دخول قد بر ماضی دونوں" کے ساتھ ان کے علم کا اثبات نہیں فرمایا؟ تو پھر اللہ تعالیٰ کے اس قول "لو کانوا یعلمون" کا کیا مطلب ہے؟ پس جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ اس کا یہ معنی ہے کہ جب انہوں نے اپنے علم پر عمل نہیں کیا تو وہ ایسے ہیں جیسے کہ جانتے نہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مثبت (یعنی جس علم کا اثبات کیا گیا ہے) وہ عقل غریزی (طبعی) اور فعل کی برائی اور اس پر مرتب ہونے والے عقاب (سزا) کا علم (اجمالی) ہے۔ اور منفی (جس علم کی نفی کی گئی ہے) وہ علم ہے جو عذاب کی حقیقت سے ملحق ہے۔ اور (حضرت قاضی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ) میرے نزدیک مختار بات یہ ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) وہ علم جو ظاہر سے تعلق رکھتا ہے اور اس سے عمل نہیں پھوٹتا (یعنی علم ظاہر بلا عمل) اور اس قسم سے علم یہود ہے۔ "یعرفونه کما یعرفون ابنائهم" یعنی وہ انہیں (نبی کریم

ﷺ) کو اس طرح جانتے تھے جس طرح اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں) مگر اس معرفت نے انہیں کچھ نفع نہ پہنچایا۔ اور دوسرا علم وہ ہے جو دل کی صفائی اور اطمینانِ نفس کے بعد دل و نفس میں جاگزیں ہو جاتا ہے اور یہی مراد و مقصود ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا کہ ''اللہ کے بندوں میں اللہ سے ڈرنے والے علماءؒ ہی ہیں'' اور نبی کریم علیہ السلام کے قول کا کہ ''علماءؒ انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں اور انہی سے آسمان والے محبت کرتے ہیں اور جب وہ اس دنیا سے وصال کر جاتے ہیں تو دریاؤں اور سمندروں کی مچھلیاں ان کے لئے دعائے مغفرت کرتی ہیں قیامت تک) اسے ابن نجارؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے اور افضل الانبیاء ﷺ نے بھی اپنے اس قول سے ان دو علوم کی طرف اشارہ فرمایا ہے: ''اچھوں میں اچھے بہتر علماءؒ ہیں اور بروں میں برے شریر علماء ہیں''۔ اس حدیث کو دارمیؒ نے احوص بن حکیمؒ سے روایت کیا ہے۔ اور حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ علم کی دو قسمیں ہیں: ''ایک علم القلب اور یہی علمِ نافع ہے اور دوسرا علم اللسان اور یہ علم بنی آدم پر اللہ کی حجت ہے'' اس کو دارمی نے روایت کیا ہے۔ اس موضوع پر مکمل تفصیل سلطان الاولیاء، مجدد عصر حاضر، قطب الارشاد حضرت مرشدنا خواجہ سیف الرحمٰن مبارک صاحبؒ کی کتاب مستطاب (ھدایۃ السالکین) اور فقیر امین اللہ سیفی غفرلہ کی کتاب ''احقاق المعالی ج ۱'' میں نکتہ نمبر ۵ کے تحت درج ہے۔ نیز فرضیت علم باللہ (علمِ باطنی) اور اشرفیت علم باللہ بر علمِ ظاہر کے دلائل بھی درج کئے گئے ہیں اور کامل وارثؒ کے لئے دونوں علوم کی شرط ہونے پر مدلل بحث کی گئی ہے۔ جس میں سے یہ بات بھی ہے کہ علمِ ظاہر قرآۃ کتب اور سماع و صحبتِ اکابرؒ اور دیگر مختلف ذرائع سے حاصل ہوتا ہے اور علم باطن صحبت و بیعت مع الاولیاء الکبارؒ سے اور فضل و کرم ایزدیؒ سے حاصل ہوتا ہے (فلیراجع الیھما)

(۲) نکتہ ثانیہ: یہ ہے کہ شریعت و طریقت میں کوئی مغایرت نہیں ہے یعنی یہ ایک دوسرے

سے جدا اور الگ نہیں ہیں بلکہ ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں۔ بعض لوگ (جیسے فرقہ باطنیہ) کا نظریہ ہے کہ شریعت علیحدہ اور طریقت کوئی اور چیز ہے جس کی وجہ سے وہ لوگ علوم شریعت حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کو کسی خاطر میں نہیں لاتے بلکہ اس سے استہزاء وانکار کرتے ہیں اور اپنی من مانی طریقت گڑھ کر شرعی احکام پر طعن وطنز کرتے ہیں اور خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حقیقی صوفیاء کرامؒ عام مسلمانوں بلکہ عام علماءؒ کی نسبت کہیں زیادت شریعت پر خلوصِ نیت اور صدقِ دل سے عمل کرتے ہیں اور یہی نہیں بلکہ ان کی صحبت میں آنے والا بھی شریعت اور اس کے احکام کو محبوب رکھتا ہے اور حتی المقدور اس پر عمل بھی کرتا ہے۔ اور ولایت حقیقی اتباع شریعت واتباع سنت اور کامل مکمل مشائخؒ طریقت کی مبارک صحبتوں اور ان کی توجہات عالیہ کی تاثیر سے بفضل الٰہی مل جاتی ہے۔ اس موضوع پر مختلف علماءؒ نے مستقل کتابیں مختلف ناموں سے لکھی ہیں، جیسے شریعت اور طریقت وغیرہ۔

(۳) نکتہ ثالثہ: یہ ہے کہ پہلے واضح ہوگیا کہ امی شخص ولیؒ بن سکتا ہے لیکن آیا وہ پیرو مرشدؒ کے منصب پر فائز ہوسکتا ہے یا نہیں؟ تو اس میں صحیح بات یہ ہے کہ امی شخص پیرومرشد بن سکتا ہے اور بعض کتابوں میں مرشدؒ کے لئے، علم العقائد فقہ اور تفسیر وحدیث کا عالم ہونے کی جو شرط لگائی گئی ہے (مثلاً بریقہ نور ظلم اور القول الجمیل وغیرھا میں) تو اس سے مراد بقدرِ ضرورت عقائد حقہ اور احکامِ ضروریہ شرعیہ کے علم کا حصول ہے جو کہ فرضِ عین علوم میں آتا ہے۔ تفصیلی طور پر مذکورہ فنون یا دیگر مروجہ فنون ودرس نظامی کا پڑھنا مراد نہیں ہے۔ اور نہ ہی فنون مروجہ کی سلف صالحینؒ کے زمانہ اور خصوصاً صحابہ کرامؓ کے زمانے میں تدوین ہوئی تھی تو اس کا پڑھنا ولایت وارشاد کے لئے کیوں کر شرط ہوسکتا ہے؟ نیز متعدد بار یہ بھی واضح ہوا کہ علوم ظاہریہ کی تحصیل بھی درسِ نظامی کی مروجہ کتب پڑھنے پر منحصر نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ

دیگر ذرائع مثلاً علماءِ راسخین" کے اقوال سننے اور مشائخ کبار" کی صحبت کے التزام سے بھی حاصل ہوتا ہے جیسا کہ روح المعانی کی عبارت سے واضح ہو چکا ہے:۔ حدیث مبارکہ میں ہے "اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم '' یعنی میرے صحابہ کرامؓ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں جس کی پیروی کرو گے ھدایت پاؤ گے۔ "فالاقتداء بھم انما یثبت کونھم مرشدین "فافھم'' یعنی ان کی اقتداء کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ سب مرشد ہیں۔ حالانکہ صحابہ کرامؓ نے مروجہ ومدونہ فنون نہیں پڑھے تھے۔ اور کئی صحابہ کرامؓ ایسے بھی تھے جو ایک مرتبہ یا چند مرتبہ صحبتِ نبوی ﷺ سے مشرف ہوئے تھے مگر پھر بھی امت کے لئے مرشد اور رہنما ہوئے اور باقی امت کے اکابر علماء" واولیاء" سے افضل ہوئے۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ علم (ظاہری شرعی بھی) انبیاء کرام علیہم السلام کی میراث ہے اور ہر مسلمان (مکلّف) مرد وعورت پر (بقدرِ ضرورت) فرض ہے مگر ولیؒ اور مرشدؒ بننے کے لئے تمام علوم و فنون و مروجہ درسِ نظامی کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرضِ عین نہیں ہے۔

(۴) نکتہ رابعہ: (۱) مردوں کی بیعت کا ذکر قرآن پاک کی سورۃ فتح میں ہے: ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما عاھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرا عظیماO (آیت نمبر ۱۰، پ ۲۶ ع ۹)

ترجمہ: وہ لوگ جو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کر رہے ہیں بے شک وہ اللہ کی بیعت کر رہے ہیں اللہ کا ید بلا کیف (اور معونت وفیض ونور ونعمت وخیر) ان کے ہاتھوں پر ہے۔ جس نے عہد (بیعت) توڑا تو اس عہد (بیعت) توڑنے کا وبال بھی اسی پر ہوگا اور جو اس بات کو پورا کرے گا جس پر خدا سے عہد کیا تو عنقریب خدا اسے بڑا اجر دے گا۔ اس قول خداوندی ﷻ پر بار بار نظر ڈالیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے بیعت کے لئے نہ سارے علوم کو

لازم کیا اور نہ ہی درسِ نظامی کو شرط قرار دیا اور اس بیعت پر جو خیرات و برکات اور انوار و فیوض اور درجاتِ قرب وولایت مرتب ہوتے ہیں اس کو "ید اللہ فوق ایدیھم" اور "فسیؤتیہ اللہ اجرا عظیما" میں اشارہ فرمایا ہے اور مظہری کے قول کے مطابق جنت مقام رضا اور رؤیۃ اللہ فی الجنۃ کی طرف بھی اشارہ ہے۔ لہذا ہمیں یہ بھی جائز نہیں کہ اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بیعتِ اولیاءؒ اور اس پر مرتب ہونے والے مرتبہ ولایت وارشاد کے لئے درسِ نظامی پڑھنے کو شرط قرار دیں اور اپنی رائے سے قرآن پاک کی آیت میں زیادتی کریں۔ (۲) اسی طرح آیت کریمہ "لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم ...... (الآیۃ نمبر ۱۸۰، سورۃ الفتح پ ۲۶) اس میں بھی بیعت اور اس پر مرتب ہونے والے ثمرات (ولایت وارشاد) کے لئے تمام فنون و مروجہ درسِ نظامی کو شرط نہیں قرار دیا (فافہم) رہا بیعت کی اقسام مثلا (بیعت بالجہاد، بالتقوی، بالاستقامۃ، بالخلافۃ والامارۃ یا بیعت بالایمان أو بالجہاد او بالاکتساب المعارف الباطنیۃ ومراتب الولایت) کا مسئلہ تو ہر ایک کی دلیل اور اس کے حکم کی تفصیل الگ موقع چاہتا ہے۔ اور اس کی پوری تفصیل تصوف کے مطولات میں موجود ہے۔

(۳) عورتوں کی بیعت کا ذکر سورۃ ممتحنہ پ ۲۸، ع ۸ میں ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: "یا ایھا النبی اذا جآئک المؤمنات یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ شیئاً ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یأتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن ولا یعصینک فی معروف فبایعھن واستغفرلھن اللہ ان اللہ غفور الرّحیم ٥ (آیت ۱۲) ترجمہ: اے نبی اکرم ﷺ جب مسلمان عورتیں آپ ﷺ کے پاس آئیں تا کہ بیعت کریں آپ ﷺ سے ان باتوں پر کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں

ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ بچوں کو قتل کریں گی اور نہ لاویں گی بہتان کہ باندھ لیویں اس کو درمیان ہاتھ اپنے کے اور پاؤں اپنے کے اور نہ نافرمانی کریں گی تیری بیچ کسی حکم شرعی کے۔

پس آپ ﷺ انہیں بیعت کرلیا کریں اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کریں تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔ ان آیات مبارکہ سے نفسِ بیعت اور طریقہ بیعت دونوں ثابت ہوئے کہ مردوں کی بیعت ہاتھ میں ہاتھ دینے سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ "ید" کا لفظ دلالت کرتا ہے۔ اور عورتوں کی بیعت زبانی ہوگی۔ ہاتھ میں ہاتھ دینا نہیں ہے۔ اسی طرح عورتوں کی بیعت کی شرائط پر سیدنا امام ربانیؒ نے مفصل مکتوب ج ۲ دفتر ۲ مکتوب نمبر ۴۱ لکھا ہے۔ تفصیل وہاں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔۔ مولوی عبدالحیٔ لکھنوی نے حاشیہ موطا امام محمدؒ میں نفی مس ید الامرأۃ الاجنبیہ کو بصورت عدم حجاب (کپڑا، رومال وغیرہ) اور رخصت واثبات فی صورۃ الحجاب کو احادیث کی روشنی میں بیان کیا ہے اور القول الجمیل میں بھی کچھ شرائط و ضوابط بیان ہوئے ہیں اور بعض مشائخؒ سے بیعت مع النساء الاجنبیات بالعصا أو بالعمامۃ ثابت ہے لیکن بغیر حجاب مس ید سے بیعت مع النساء الاجنبیات ثابت نہیں۔ (والتفصیل فی کتب التصوف)

مندرجہ بالا آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے "اذا جآئک" فرما کر بیعت کے لئے درس نظامی وغیرہ فنون وعلوم پڑھنے کی شرط نہیں لگائی۔ چونکہ کتاب اللہ کی تقیید اس کا نسخ ہے اور اس کا نسخ خبر واحد سے جائز نہیں تو ہمارے قیاس سے کیونکر جائز ہوسکتا ہے؟ لہٰذا ہمیں قرآن وسنت، آئمہ مجتہدینؒ اور ہر فن کے اپنے محققینؒ واہل اجتہادؒ کی تقلید کرنی چاہیے اور اپنی رائے کو دین و مذہب اور اکابر دینؒ کے تابع کر کے ایک سچا مسلمان بننا ضروری ہے۔

(۴) اسی طرح حدیث نبوی ﷺ ہے:

عن جریر بن عبد اللہ الجلیؓ قال بایعت: رسول اللہ ﷺ علی اقامۃ الصلوۃ وایتآء الزکاۃ والنصح لکل مسلم

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱)

ترجمہ: حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اکرم ﷺ سے نماز قائم کرنے پر زکوٰۃ دینے پر اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی مندرجہ بالا حدیث میں کیا حضور اکرم ﷺ نے حضرت جریرؓ کو پہلے سارے علوم حاصل کرنے کا حکم دیا اور کیا جب انہوں نے مروجہ سارے علوم حاصل کر لئے تو پھر اس کے بعد آپ علیہ السلام سے بیعت لی؟ ہرگز ہرگز نہیں؟ حضرت جریرؓ اس وقت اسلام لا چکے تھے اس لئے یہ بیعت اسلام کی نہیں تھی بلکہ یہ وہی بیعت تھی جو طریقت میں مروج ہے جس میں احکام ظاہری و باطنی کے التزام کا معاہدہ کیا جاتا ہے۔ جو صوفیاء کرامؒ کا معمول ہے۔

(۵) دوسری حدیث شریف میں ہے کہ:

عن عوف بن مالک الاشجعیؓ قال کنا عند النبی ﷺ سبعۃ او ثمانیۃ او تسعۃ فقال الا تبا یعون رسول اللہ ﷺ فبسطنا ایدینا فقلنا یارسول اللہ ﷺ انما قد بایعناک فعلیٰ ما نبایعک قال ان تعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا وتصلو الصلوۃ الخمس وتسمعوا و تطیعوا واستر کلمۃ خفیۃ قال ولا تسئلوا الناس شیئا فلقد رایت بعض اولئک النفر یسقط سوطہ فلا یسئل احدا یناولہ (ابن ماجہ ص ۲۰۶)

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے (ہم سات، آٹھ یا نو آدمی تھے)

آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ تم رسول اکرم ﷺ سے بیعت نہیں کرتے ؟ ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور عرض کیا کہ ہم نے تو آپ علیہ السلام سے بیعت کی ہے پھر کس چیز پر آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی بیعت کریں؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ان امور پر کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور پانچ وقت کی نمازیں پڑھو اور احکام سنو اور مانو اور ایک بات آہستہ سے فرمائی کہ لوگوں سے کوئی چیز نہ مانگو۔ راوی ؓ کہتے ہیں کہ میں نے ان میں سے بعض حضرات ؓ کی یہ حالت دیکھی کہ اتفاقاً چابک بھی گر پڑا تو وہ بھی کسی سے نہیں مانگا کہ اٹھا کر انہیں دیدے بلکہ خود اٹھایا۔ اس حدیث مذکورہ میں بھی کوئی ایسا لفظ موجود نہیں ہے جس سے ثابت ہو کہ بیعت طریقت کیلئے پہلے علوم مروجہ پڑھے جائیں پھر بیعت کی جائے نیز حدیث مذکور میں بیعت ایمان و جہاد کے بعد بیعتِ بالتقویٰ والانقیاد والاستغناء ہے جو کہ بعینہ بیعت سلوک ہے۔

(۲) تیسری حدیث ہے

"عن مجاشع بن مسعود السلمی ؓ قال اتیت النبی علیه السلام ابایعه علی الهجرة فقال ان الهجرة قد مضت لأهلها ولکن علی الاسلام و الجهاد والخیر (مسلم ج ۲ ص ۱۳۰)

ترجمہ: مجاشع بن مسعود سلمی ؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تا کہ ہجرت پر بیعت کروں تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ ہجرت، اہل ہجرت ؓ کیلئے ہو چکی یعنی اب ہجرت فرض نہیں رہی البتہ اسلام، جہاد اور بھلائی پر بیعت ہو سکتی ہے۔ اس حدیث شریف میں لفظ "خیر" آیا ہے جو کہ جامع ہے جس میں تمام نیکیوں پر بیعت لینے کا ذکر ہے اور اس سے بیعت سلوک و تصوف کا صریح اثبات ہوتا ہے۔ کیونکہ حقیقی عارفین ؒ سے کمالاتِ باطنیہ و مراتب قرب الٰہی و درجات ولایت اور تصفیہ و تزکیہ قلب و نفس و

قالب اور انوار و تجلیات و فیوضات اور حصول تقویٰ کاملہ ظاہری و باطنی اور توفیق علم و عمل و اخلاص اور معرفت الٰہی حاصل کرنے کی بیعت کی جاتی ہے جو کہ تمام کے تمام امور خیر اور فرائض مہمہ ہیں۔

(۷) چوتھی حدیث ہے کہ:

عن ابن عمرؓ قال کنا اذا بایعنا رسول الله ﷺ علی السمع و الطاعة یقول لنا فی استطعتم . (مسلم ج ۲ ص ۱۳۱)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اکرم ﷺ سے احکام سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کرتے تھے تو آپ ﷺ فرماتے جس پر تمہیں استطاعت ہو سکے۔ یہ بھی تسلیمی اور انقیاد فی امور الخیر وفق الاستطاعۃ پر بیعت کی دلیل ہے جو بعینہ بیعت سلوک ہے۔

(۸) پانچویں حدیث ہے:

عن انسؓ قال خرج النبی ﷺ فی غداة باردة والمهاجرونؓ والانصارؓ یحفرون الخندق فقال اللهم ان الخیر خیر الآخرة: فاغفر للانصارؓ والمهاجرةؓ فاجابوا : نحن الذین بایعوا محمداً ﷺ علی الجهاد ما بقینا ابداً . و فی روایة. (اللهم لا عیش الا عیش الآخرة فاغفر للانصار والمهاجرةؓ (بخاری ج ۲ کتاب الاحکام ص ۱۰۶ و کذا کتاب المغازی)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ ٹھنڈی صبح کو نکلے جبکہ مہاجرینؓ و انصارؓ خندق کھود رہے تھے تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اے اللہ بہتر خیر تو آخرت والی ہے لہذا مہاجرینؓ و انصارؓ کو معاف فرما دے تو انہوں نے جواباً کہا کہ ہم تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی ہے جب تک ہم

زندہ ہیں جہاد کرتے رہیں گے۔ اس روایت سے بیعت کے اثبات کے علاوہ اس کے خیرات وبرکات بھی ثابت ہوتے ہیں۔

(۹) چھٹی روایت ہے:

عن یزید بن ابی عبید رضی اللہ عنہ قال قلت لسلمۃ رضی اللہ عنہ علی ای شیء بایعتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الحدیبیۃ قال علی الموت (فتح الباری ج ۳، ص ۱۶۷)۔

ترجمہ: یزید بن ابی عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ تم نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے حدیبیہ کے دن کس چیز پر بیعت کی تھی تو فرمایا موت پر۔ یعنی جب تک موت نہیں آئے گی اس وقت تک جہاد، اطاعت، تقویٰ اور امور خیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیتے رہیں گے۔ ان تمام احادیث سے ایک طرف بیعتِ سلوک کا اثبات ہوا تو دوسری طرف یہ ثابت ہوا کہ بیعت کے لئے، ولیؒ بننے کے لئے یا پیر ومرشدؒ بننے کے لئے مروجہ درسِ نظامی اور مدونہ فنون کا پڑھنا شرط نہیں اور علوم شرعیہ ضروریہ کا حصول درسِ نظامی کی طرح صحبت وبیعت اکابر اولیاءؒ سے بھی ہوسکتا ہے۔ حجۃ الاسلام امام محمد غزالیؒ کیمیائے سعادت میں فرماتے ہیں کہ ''اول مجاہدۂ نفس ضروری ہے اور جب اس میں ریاضت کرے گا تو معرفتِ روح خود بخود حاصل ہوتی جائے گی اور یہ معرفت حقیقی اس ہدایت میں سے ہے جن کے بارے میں پروردگارِ عالم نے فرمایا ہے ''**والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا**''...... الآیۃ، یعنی اور جن لوگوں ہمارے راستے میں جہاد (مجاہدہ) کیا ہم انہیں ضروری اپنے راستے دکھائیں گے۔ اور جس نے معرفت، ریاضت کی منازل کو طے نہ کیا ہو۔ اس کو روح کے حقائق پر دلائل سوچنے یا بیان کرنے کی اجازت نہیں'' اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں ہدایت کے لئے مجاہدہ کو سبب بنایا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کو نبوت پہلے عطا فرمائی ہے اور علمِ کامل بعد میں عطا فرمایا خصوصا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسا کہ حدیث

شریف میں ہے ”حتی جاء الحق وھو فی غار حراء فجائه الملک فقال اقراء فقلت ما انا بقاری ...... الحدیث“ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ بیعت کے لئے یاولایت وارشاد کے لئے پہلے ہر شعبے کا علم حاصل کرنا اور مروجہ فنون کا حاصل کرنا شرط و لازم نہیں ہے۔ اور پھر بعد میں اللہ تعالیٰ اس کو علوم شرعیہ ضروریہ سے نوازتا ہے جس واسطہ سے بھی ہو۔

(۵) نکتہ خامسہ: یہ ہے کہ فقہاء احنافؒ نے فقہاء کرامؒ کے چھ طبقات بیان کئے ہیں۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ مفتی کون بن سکتا ہے اور کس کا فتوی قابل قبول ہوگا؟ حضرت علامہ ابن عابدین شامیؒ نے مجموعہ رسائل ص ۱۱ ج اول میں ذکر کیا ہے کہ فقہاء کرامؒ کے چھ طبقات ہیں۔

(۱) مجتہدینؒ فی الشرع مثلاً آئمہ اربعہؒ

(۲) مجتہدینؒ فی المذہب مثلاً (امام محمدؒ وامام ابو یوسفؒ)

(۳) مجتہدین فی المسائل مثلاً امام طحاویؒ، قاضی خانؒ، علامہ طاہر بن عبد الرشیدؒ بخاریؒ،

امام ابو اللیث سمرقندیؒ۔

(۴) اصحاب التخریج، مثلاً امام ابو بکر رازیؒ،

(۵) اصحاب الترجیح مثلاً صاحب ھدایہ وصاحب قدوریؒ وغیرہا۔

(۶) اصحاب التمیز، مثلاً صاحب الکنزؒ، صاحب المختارؒ، صاحب الوقایۃؒ، صاحب المجمعؒ، وغیرھم۔

ان کے علاوہ ساتواں درجہ (مقلدین، محض علماءؒ) کا ہے۔ لہذا مفتی ان مذکورہ چھ طبقوں میں سے ہوگا۔ اگر ساتویں درجہ (مقلدین محضؒ) میں سے کوئی عالم فتویٰ دینا چاہے تو

اسے ان مذکورہ چھ طبقات میں سے کسی کا قول نقل کرنا لازم ہوگا۔ ورنہ اس کا فتویٰ یا قول مردود ہوگا۔ اور جو ان کی تقلید (بدون نقل از فقہاء" و مجتہدین") کے کریں تو "فالویل لمن قلدھم کل الویل" آہ...... اس کے لئے پوری ہلاکت ہے۔ کیونکہ اس برائے نام مفتی میں استنباط و اجتہاد کی اہلیت و شرائط نہیں پائی جاتیں تو بجائے ھدایت کے ضلالت و گمراہی کی طرف لے جاتا ہے۔ تو اس پر لازم ہے کہ مجتہدین" کی حوالہ سے بات کریں (راجع مجموعۃ الرسائل ص ۱۱ ج اول، فتاوی رد المحتار، للشامی ص ۵۲، ۵۳، ج ۱، ایضا ص ۴۷، ج ۱ مطبوعہ احیاء التراث العربی، بیروت)

یہ بات اس لئے بیان کی گئی ہے کہ فنون کی تین اقسام ہیں۔

(۱) علم العقائد) (۲) علم الفقہ (۳) علم التصوف (الاخلاق)

اور انبیاء کرام علیہم السلام نے لوگوں کو جن امور کی طرف دعوت دی ہے ان میں زیادہ مہتم بالشان ہی تین امور و فنون ہیں یعنی (اصلاح العقائد والاعمال والاخلاق) (کمافی التفھیمات الالٰھیۃ ج ا و مقدمۃ شرح العقیدۃ الطحاوی بالاردیۃ) پس علم العقائد میں ان علماءِ اہلسنت" کی بات یا فتوی قابلِ قبول ہوگا جو اس علم و فن کے مجتہد" و محقق" ہوں گے۔ مثلا سیدنا امام ابو منصور ماتریدیؒ اور سیدنا امام ابو الحسن اشعری" اور سیدنا امام ربانی مجدد الفِ ثانیؒ) اور علم الفقہ میں اس علم کے مجتہدین" مثلا آئمہ اربعہ" اور مذکورہ چھ طبقات کے فقہاء" کا قول اور فتوئی حجت ہوگا۔۔ اسی طرح علم التصوف (الاخلاق) میں ان علماءؒ و مشائخ" کے قول و فعل و فتوئی کا اعتبار ہوگا جو اس فن کے مجتہد" و مسلمہ آئمہ کرامؒ ہیں مثلا حضرت سیدنا شاہ نقشبند"، حضرت سیدنا امام ربانیؒ، حضرت سیدنا غوث اعظم"، حضرت سیدنا خواجہ معین الدین چشتی"، حضرت سیدنا شیخ شہاب الدین سہروردی"، وغیرھم، لہذا اگر کوئی عالم یہ بات کہتا ہے کہ امی شخص ولیؒ یا پیر و مرشد نہیں بن سکتا) اور وہ اپنے اس فتوئی پر کسی مسلم مجتہد" فی التصوف کا قول

بطورِ دلیل پیش نہ کرے اور نہ وہ خود مجتہد ہے تو ایسے شخص کا فتویٰ مردود اور نا قابل قبول ہوگا۔ کیونکہ ''لکل فن رجال'' یعنی ہر فن کے لئے اپنے مجتہدؒ و محققؒ ہوتے ہیں۔ (فافہم) اور فن تصوف کے آئمہ و محققینؒ کے حوالہ جات سے امی کی ولایت وارشاد پر دلائل پیش ہوئے اور بعض آئمہؒ کی شرطِ علم کے محامل صحیحہ بیان ہوئے ہیں کہ علمِ شرعی ضروری خواہ قرأۃ کتب سے ہو یا صحبت اولیاءؒ سے ہو یا بفضلِ الٰہی الہام و کشفِ راسخینؒ سے ہو۔ کما مر تفصیلا۔

(۶) نکتہ سادسہ: یہ نکتہ کامل مکمل حقیقی مرشدؒ کی شرائط میں ہے کہ حقیقی کامل مکمل مرشدؒ جامعِ علومِ ظاہرہ اور باطنہ ہوتا ہے۔ اس کی شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) صحتِ عقیدہ: یعنی شیخ کامل مکملؒ وہ ہوگا جس کا عقیدہ حقیقی اہل سنت والجماعتؒ کے عین مطابق ہوگا کسی بھی گمراہ فرقے کا شخص نہ ولی اللہؒ بن سکتا ہے اور نہ ہی شیخ کامل مکملؒ بن سکتا ہے۔ (والتفصیل فی الکتب المعتبرۃ۔ والمکتوباتِ المجددیۃؒ)۔

(۲) عملِ صالح: صحتِ عقیدہ کے ساتھ ساتھ اعمالِ صالحہ سے بھی مزین ہوگا یعنی حتی المقدور فرائض وواجبات وسنن مؤکدہ پر عمل کرنا اور حرام ومکروہات تحریمہ سے اجتناب کرنا اس کا شیوا ہوگا۔ اور سنن زائدہ و مستحبات اور اولیٰ و عزیمت پر بھی عمل کرتا ہو یعنی حتی المقدور۔

(۳) نور و فیض: کسی کامل مکمل شیخؒ کا صحبت یافتہ ہو اور اس شیخؒ سے باطنی انوار و تجلیات، حرارت وفیض اور حیاتِ لطائف حاصل کر چکا ہو اور واصل الی اللہ ہو اور اس کا فیض متعدی ہو چکا ہو یعنی دوسروں کو فیض پہنچا سکتا ہو یعنی اس کی صحبت میں تاثیر ہو۔

(۴) سند کا اتصال: یعنی اس کا سلسلہ بغیر انقطاع کے نبی کریم ﷺ تک متصل ہو۔

(۵) اجازت یافتہ: شیخ کامل مکملؒ سے اجازت یافتہ ہو اور اس سے سندِ اجازت حاصل کی ہو۔

(۶) علمِ ظاہر ضروری: علم ظاہر بھی حاصل ہو چاہے وہ کتب پڑھنے سے ہو یا علماء راسخین ؒ اور اولیاء کاملین ؒ کے اقوال سننے یا ان کے افعال کو دیکھنے سے حاصل ہو۔ جس سلسلہ کا شیخ ؒ ہو تو اس سلسلہ کے اکابر ؒ کے اقوال وافعال کا تابع ہو اور ان کے بیان کردہ شرائط پر چل رہا ہو۔

(۷) فقیہ العصر مفتی اعظم سندھ شہید اہلسنت ، استاذ العلماء محضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبد اللہ نعیمی ؒ نے اپنے (فتاوٰی مجددیہ نعیمیہ جس کی تائید میں مشہور و معروف علماءِ اہلسنت ؒ مثلاً قائدِ اہلسنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی ؒ ، رئیس القلم پروفیسر ڈاکٹر علامہ محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی ، مفتی اہلسنت حضرت علامہ سید شجاعت علی قادری ؒ ، حضرت علامہ غلام رسول سعیدی صاحب ؒ ، حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی صاحب ؒ ، حضرت مولانا جمیل احمد نعیمی صاحب ؒ اور حضرت علامہ ابو الفضل مفتی محمد عبد الرحمٰن ٹھٹھوی صاحب ؒ نے اپنے تاثرات قلمبند کئے ہیں) میں پیرِ کامل ؒ کی شرائط کے بارے میں ایک استفتاء کے جواب میں لکھا ہے:

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

جواباً عرض یہ ہے کہ کامل بزرگوں ؒ کا ارشاد ہے کہ پیر ؒ میں جب تک چار باتیں نہ ہوں۔ اس وقت تک ایسے شخص کا مرید ہونا حرام ہے۔

(۱) پیر ؒ کو کم از کم اتنا علمِ دین ہو کہ حلال اور حرام ، جائز اور ناجائز میں تمیز کر سکے۔ (یعنی تمام علوم مروجہ و درسِ نظامی کا حصول شرط نہیں نیز علم دین ضروری بھی درسِ نظامی یا علوم مروجہ پر موقوف نہیں بلکہ صحبتِ علماء راسخین ؒ کے التزام اور ان کے اقوال سننے سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ (کما مر تفصیلاً)

(۲) کہ شریعت پر عمل کرتا ہو اس کے کسی عمل پر شریعت کا اعتراض نہ ہو۔

(۳) کہ صحیح العقیدہ ، اہل سنت و جماعت کا ہو۔ وہابی جماعت اور گستاخ

دیوبندی نہ ہو۔

(۴) کہ اس کا سلسلہ طریقت حضور پرنور ﷺ تک متصل ہو اور کسی کامل مرشد کی طرف سے مرید کرنے کی اجازت وخلافت ملی ہو۔ (فتاوٰی مجددیہ نعیمیہ ص ۳۶۵ ج ۱)

(۵) اس کی صحبت میں تاثیر اور نور وفیض مخلصین " کو حاصل ہوتا ہو۔ ملخصا

مکتوباتِ امام ربانیؒ کے موافق دیگر شرائط بھی ملاحظہ فرمائیں۔

(۸) فنا وبقا اور عروج ونزول کی دولت سے مشرف ہو۔ (مکتوب نمبر ۲۹۲ ج ۱)

(۹) جذبہ اور سلوک کی دولت سے مالا مال ہو لیکن اگر اس کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہو تو کبریتِ احمر ہے "کلامہ دواء و نظرہ شفاء" احیاء دلہائے مردہ بتوجہ شریف او منوط است) یعنی ایسا شخص جس کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہو تو وہ کبریتِ احمر ہے اس کا کلام دوا ہے اور اس کی نظر شفاء ہے اس کی توجہ شریف پر مردہ دلوں کی حیات منحصر ہے مکتوب (۲۹۲ ج ۱)

(۱۰) سیر الی اللہ، سیر فی اللہ، سیر عن اللہ باللہ، اور سیر فی الاشیآء، کو مکمل طور پر قطع کیا ہو یا بالفاظِ دیگر اس کا قلب سالم، نفس مطمئن اور عناصر معتدل ہو یا بالفاظ دیگر ولایت صغریٰ (فیض صفات فعلیہ) ولایتِ کبریٰ (فیض صفاتِ حقیقیہ) ولایت علیا (فیض اسم الباطن اور اسماء وشیونات) کمالاتِ ثلثہ (کمالات نبوت، کمالات رسالت، کمالات انبیاءؑ اولو العزم یعنی تجلیاتِ ذاتیہ و اعتبارات) حقائق سبعہ (حقیقۃ کعبہؑ ربانی سے لیکر حقیقت معبودیت صرفہ تک اور حقیقتِ ابراہیمی علیہ السلام سے لیکر حقیقتِ محمدی ﷺ اور حقیقت احمدی ﷺ تک) اور حب صرف اور لاتعین تک کے درجات ومراتب سے مشرف ہو۔ اگر ان مقامات میں سے بعض کے ساتھ مشرف ہو اور بعض کے ساتھ مشرف نہ ہو تو کامل مکمل من وجہ دون وجہ کہلائے گا۔ مثلاً اگر ولایات ثلثہ کے مراتب پر فائز ہو لیکن کمالات وحقائق و

مابعد مراتب پر فائز نہ ہو اور فیضِ عالم امر سے بہرہ ور ہو مگر نفس و قالب (عالم خلق) کی تزکیہ سے متصف نہ ہو تو کامل مکمل مطلق نہیں ہاں اگر فیض متعدی ہو گیا ہو تو کامل مکمل من وجہ دون وجہ آخر ہو گا یعنی خلافتِ مقیدہ یا خلافت مطلق اضافیہ کا اھل ہے نہ کہ خلافت مطلقہ حقیقیہ کا۔ وغیرھا من الشرائط۔ مزید تفصیل کے لئے مکتوبات سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانیؒ، حجۃ السالکین، للغوث محمد جان النقشبندیؒ، اور ھدایۃ السالکین از افادات مجدد دوران قیوم زمان قطب الارشاد حضرت سیدنا خواجہ سیف الرحمن مبارکؒ و دامت برکاتھم و فیوضاتھم کا مطالعہ فرمائیں۔

(۷) نکتہ سابعہ: جس طرح مذاھب مجتہدینؒ کے چار مذاھب میں حصر فضل الٰہی اور اجماع سے ثابت ہے اسی طرح سلاسل معرفتِ الٰہی کا چار سلاسل معروفہ میں حصر بھی فضل الٰہی ہے۔ اور وہ چار سلاسل یہ ہیں۔

(۱) سلسلۂ عالیہ صدیقیہ نقشبندیہ مجددیہ۔

(۲) سلسلہ عالیہ علویہ چشتیہ

(۳) سلسلہ عالیہ علویہ قادریہ۔

(۴) سلسلہ عالیہ سہروردیہ۔

ان میں سے تین سلاسل (قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ) کی شرائط ان سلاسل کے اکابرؒ کی کتابوں میں درج شدہ تحقیقات کی موافق (جیسا کہ سیر السلوک اور مکاتیب حضرت شاہ غلام علی دھلویؒ) مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) کثرتِ ذکر لسانی مع حضور قلبی۔ (۲) کثرتِ خلوت عن الناس۔ (۳) ترکِ دنیا و زینت و خواہش جس کو لفظ (زھد) میں اشارہ ہے)(۴) ترکِ نکاح الی ان یصل الی مقام الکمال والتکمیل (۵) کم بولنا (۶) کم کھانا (۷) لوگوں سے کم میل جول رکھنا (۸)

کثرتِ ریاضت (۹) کثرت اربعینات وغیرھا۔ بقیہ شرائط جاننے کے لئے مکاتیب شریفہ اور ھدایت السالکین کی طرف رجوع فرمائیں۔ اور دیگر مطولات تصوف کو رجوع فرمائیں۔

شیخ کامل مکمل" کی شرائط کے ساتھ ساتھ مذکورہ سلاسل ثلاثہ کی شرائط پر عمل کرنا اس پر فتن دور میں نہایت مشکل ہے اور جب تک مذکورہ شرائط کے ساتھ ان سلاسل میں ریاضت و مجاھدہ نہ کیا جائے تو مقصودی چیز (تزکیۂ نفس، تصفیہ قلب اور معرفِ الٰہی) کا حصول امکان عادی سے خارج ہے، جبکہ سلسلۂ عالیہ صدیقیہ نقشبندیہ مجددیہ میں زیادہ کام شیخ کامل مکمل" کی توجہ کے ساتھ وابستہ ہے کہ ان کی توجہ کی برکت سے سالک بہت جلد مقاماتِ عالیہ میں ترقی وعروج حاصل کرلیتا ہے۔ (کما حققہ سیدنا الامام الربانیؒ فی المکتوبات الشریفۃ) جس طرح صحابۂ کرامؓ نے حضور اکرم ﷺ کی صحبتِ اقدس و توجہ شریف کی برکت سے بہت جلد مقامات عالیہ حاصل کر لئے تھے حتی کہ بعد میں آنے والے تمام اولیاءؒ سے افضل ہو گئے۔ اسی لئے تمام اہل سنت و جماعتؒ اس بات پر متفق ہیں کہ "تمام قطبؒ، ابدالؒ اور اغواثؒ وغیرھا ایک ادنیٰ صحابیؓ (یعنی صحابہ کرامؓ کے آپس کے درجات کے اعتبار سے) کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ ابتداء ہی سے صحبت خیر البشر ﷺ کی برکت سے وہ کچھ حاصل کر لیتے تھے جو بعد کے اولیاء کرامؒ کو شاید انتہا میں بھی کم حاصل ہو۔ (کما حققہ الامام الربانیؒ) عبداللہ بن مبارکؒ سے پوچھا گیا کہ حضرت امیر معاویہؓ (جو صحابی رسول ﷺ ہیں اور عمر بن عبدالعزیزؒ (جو صحابیؓ نہیں ہیں) میں سے کون سا افضل ہے؟ تو آپؒ نے جواباً فرمایا کہ جو غبار (گرد) حضرت امیر معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں (معیتِ نبوی ﷺ میں) داخل ہوا وہ بھی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے افضل ہے۔ (یعنی صحابیؓ، غیر صحابی سے یقیناً افضل ہے) (فلا تعدل بالصحبة شيئا۔ ملخصاً مکتوبات

شریف) یعنی صحبت کے برابر کوئی شے نہیں ہے۔ حضرت سیدنا وحشیؓ ایک صحبتِ نبوی ﷺ کی برکت سے حضرتِ اویس قرنیؒ خیر التابعینؓ سے افضل ہوئے۔ ''فانظر الی برکات التوجہ والصحبۃ'' اس سلسلۂ عالیہ کے شیخ کامل مکمل'' کی ایک توجہ سو چلوں کا کام دیتی ہے (قالہ الامام الربانیؒ) یعنی جو ترقی عروج دیگر حضرت'' سو چلوں میں شاید حاصل کرسکیں وہ ترقی و عروج حقیقی نقشبندی'' حضرات شیخ کامل مکمل'' کی ایک توجہ شریف سے حاصل کرلیتے ہیں۔ جس طرح حنفی مذہب دیگر مذاہب سے افضل اور زیادہ اوفق بالکتاب والسنۃ اور ادق واکمل ہے اسی طرح صدیقی نقشبندی نسبت باقی نسبتوں سے کئی وجوہات کے اعتبار سے اعلیٰ، افضل، ادق، اقرب، ایسر، اکمل، اول، اسبق، اجل، اقدم اور اشرف ہے۔ (کما حققہ الامام الربانیؒ فی مکتوباتہ)

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند	کہ برند ازرہ پنہاں بحرم قافلہ را
ہمہ شیران جہان بستہ ایں سلسلہ اند	روبہ از حیلہ چساں بگسلید ایں سلسلہ را
قاصرے گر کند این طائفہ راطعن قصور	حاشاللہ کہ برارم بہ زبان این گلہ را

(مکتوبات شریف)

یعنی نقشبندی'' بزرگ حضرات عجیب سالار قافلہ ہیں جو پوشیدہ راستے سے قافلے کو حرم تک پہنچا دیتے ہیں۔ جہاں کے تمام شیر اسی سلسلہ سے بندھے ہوئے ہیں۔ لومڑی اپنے رکیک حملوں سے اس سلسلے کو درہم برہم نہیں کرسکتی۔ اگر کوئی کوتاہ فہم ان کو ناقص جانے یا زبانِ طعن دراز کرے تو اس کی مرضی، میں تو خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ ایسا شکوہ زبان پر لاؤں حضرت امام ربانی، واقفِ سر لامکانی، واقف متشابہات قرآنی، مجدد و منور الف ثانی، الشیخ احمد الفاروقی السرہندیؒ (جو کہ عالم ربانی، مجتہد فی علم الکلام، صوفی اعظم، مجدد الف، قیوم زمان اور راسخ فی العلم اور چاروں سلاسل کی جامع شخصیت تھے اور جن کی شخصیت کو نہ صرف

اہلسنت والجماعت" بلکہ دیگر تمام گمراہ فرقوں کے ہاں بھی مقبولیت حاصل تھی ، یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں مقبولیتِ عامہ سے نوازا تھا) نے اپنے متعدد مکاتیب شریفہ میں افضلیت نقشبندیہ کی مختلف وجوہ بیان فرمائی ہیں حالانکہ وہ خود پہلے سلسلہ عالیہ قادریہ، سلسلہ عالیہ چشتیہ اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں اپنے والد بزرگوار" سے اور سلسلہ کبرویہ میں مولانا یعقوب صرفی" سے خلیفہ مجاز تھے لیکن اس کے باوجود حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبند" کے دستِ مبارک پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوکر کمالاتِ عالیہ اور معارفِ دقیقہ حاصل کئے یعنی حضرت امام ربانیؒ چاروں سلاسل کے حقیقی فیض یافتہ تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے مکتوب نمبر ۲۱، ۵۸، ۹۰، ۱۶۸، ۱۹۰، ۱۱۰، ۲۰۰، ۲۰۶، ۱۳۱، ۱۵۱، ۲۹۰ وغیرہا (ج ا دفتر اول میں اور مکتوب نمبر ۱۸، ۲۳، ۴۲، ۴۳، ۳۵ وغیرھا (ج ۲ دفتر دوم) میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی افضلیت کی صراحت فرمائی ہے۔ہم چند وجوہات یہاں بیان کرتے ہیں۔

نسبتِ صدیقیؓ: اس سلسلہ عالیہ کی نسبت حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہے اور باقی تینوں سلاسل کی نسبت حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں حدیثِ مبارکہ ہے:

"ما صب الله شيافی صدری الاصببته فی صدر ابی بکرؓ" (رواه الامام السيوطیؒ فی الحاوی للفتاوٰی)

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو کچھ (انوار وتجلیات وفیوضات و برکات) میرے سینے (مبارکہ) میں اللہ نے انڈیلے ہیں وہ میں نے حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے سینۂ (مبارکہ) میں انڈیل دیئے ہیں۔ (توجہ اور انعکاس سے) جس طرح ابو بکر صدیقؓ تمام صحابہ کرامؓ سے افضل ہیں۔ (جیسا کہ جمیع اہل سنت والجماعت **من لدن عهد**

الصحابةؓ الی زمننا هذا'' کا متفقہ عقیدہ ہے کہ ''افضل البشر بعد الانبیاء علیهم السلام بالتحقیق سیدنا ابوبکر الصدیقؓ'' یعنی ''انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد سیدنا ابوبکر صدیقؓ تمام لوگوں سے تحقیقاً افضل ہیں'' اسی طرح ان سے منسوب سلسلہ عالیہ صدیقیہ نقشبندیہ بھی دیگر سلاسل سے اسی وجہ سے افضل ہے۔ کما حققہ سیدنا الامام الربانیؒ۔

حضرت مفتی اہل سنت مفتی محمد عبداللہ نعیمیؒ اپنے فتاوٰی مجددیہ نعیمیہ کے ص ۳۵۹، ج ا پر سلسلۂ قادریہ اور سلسلۂ نقشبندیہ کی افضلیت کے بارے میں استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں کہ: ''سلسلہ قادریہ کی ابتداء سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے ہے۔ اور سلسلہ نقشبندیہ کی ابتداء سیدنا صدیق اکبرؓ سے ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ افضل ہے اس لئے کہ اس میں اتباع شریعت کی بہت تاکید ہے اور قادری سلسلۂ کی انتہاء نقشبندیہ کی ابتداء ہے۔ سیدنا غوث اعظمؒ کی افضلیت اپنے ہم عصر اولیاء کرامؒ پر ہے نہ کہ کل پر''۔ اسی طرح تحقیق سیدنا امام ربانیؒ نے مکتوبات شریفہ میں اور علامہ عبدالنبی شامیؒ نے مجموعۃ الاسرار میں بھی فرمایا ہے۔

(۲) التزامِ سنت واجتنابِ بدعت: افضلیتِ نقشبندیہؒ کی ایک وجہ التزامِ سنتِ النبوی ﷺ اور اجتنابِ بدعت ہے۔ اس سلسلہ عالیہ کے بزرگؒ حتی الامکان رخصت سے اجتناب کرتے ہیں۔ اور عزیمت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ ان بزرگوںؒ نے احوال ومواجید کو احکامِ شرعیہ کے تابع کیا ہے۔ اور اذواق ومعارف کو شرع شریف کا خادم تصور کیا ہے۔ اگر سنت کی تابعداری کی دولت انہیں حاصل ہو اور احوال وکشف وغیرہا کچھ حاصل نہ ہو تو خوش ہوتے ہیں۔ اور اگر باوجود احوال (باطنی کیفیات) کے متابعتِ (شریعت) میں قصور وکمی معلوم ہو تو انہیں احوال پسند نہیں۔ حضرت خواجہ سیدنا عبداللہ احرارؒ فرماتے ہیں۔ کہ اگر تمام مواجید واحوال ہمیں دے دیں اور ہماری حقیقت کو اہل سنت والجماعتؒ کے اعتقاد سے نہ

نوازیں تو سوائے خرابی کے کچھ نہیں جانتے اور اگر اعتقادِ اہل سنت والجماعت ؒ ہمیں دے دیں اور احوال و کرامات وغیرہ کچھ نہ دیں تو پھر بھی کچھ غم نہیں۔ (مکتوبات شریف ج ۱) اور بدعتِ حسنہ (جب وجوب کے درجہ میں نہ ہو اور شعارِ اہلسنت ؒ بھی نہ ہو) سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔ اور خصوصاً جب کہ وہ رافع سنت بھی ہو کیونکہ اس میں نور نہیں پاتے اور سن ۱۰۰۰ھ کے بعد بدعتِ حسنہ کی گنجائش بھی کم رہ گئی ہے کیونکہ یہ دورِ فتن ہے اور اہلسنت ؒ کے خلاف بعض فتنے بھی بدعتِ حسنہ کے نام پر اٹھیں گے تو اسلئے بھی گریز کرتے ہیں۔

ریاضاتِ شاقہ (جس میں شہرت و آفت زیادہ ہوتی ہے) جو صحابہ کرام ؓ نے اختیار نہیں کیئے تھے، کی بجائے التزامِ سنت (خواہ موکدہ ہو یا زائدہ) کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں۔ (کما صرح بہ الامام الربانیؒ فی المکتوبات الشریفۃ)۔

(۳) ابتداء کا انتہاء مندرج ہونا: اس سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی ابتداء میں دیگر سلاسل کی انتہاء (یعنی صورتِ انتہاء) مندرج ہے۔ چونکہ یہ سلسلہ بعینہ صحابہ کرام ؓ کی طرز پر ہے اور جس طرح صحابۂ کرام ؓ کو ایک صحبتِ نبوی ﷺ میں جو کمالات حاصل ہوتے تھے وہ اولیاء امت ؒ کو انتہاء میں بھی شاید بہت کم میسر ہوں۔ اسی طرح اس سلسلۂ عالیہ کے حضرات ؒ ابتداء میں ہی وہ کچھ پا لیتے ہیں جو دیگر سلاسل کے حضرات ؒ کو انتہاء میں حاصل ہوتا ہے۔ **"فھی طریق اندراج النھایۃ فی البدایۃ بطریق الانعکاس والتوجہ والمحبۃ کما حققہ الامام الربانی ؒ مرادٌ"** بشرطیکہ پیر کامل مکمل حقیقی نقشبندی ہو کیونکہ موصل (پہنچانے والا) پیر ؒ ہے۔ نہ کہ صرف سلسلہ۔ تو امام ربانیؒ کے بیان کردہ اصول پر عمل پیرا ہونا لازمی ہے۔

(۴) اقرب و ایسر: یہ سلسلہ عالیہ صدیقیہ نقشبندیہ تمام سلاسل کی نسبت اقرب یعنی وصول الی اللہ میں سب سے زیادہ قریب ہے کیونکہ نقشبندی اکابر ؒ کی ایک توجہ سو چلّوں کا کام دیتی ہے

اور سالک بہت جلد واصل الی اللہ ہو جاتا ہے۔۔اور عمل کرنے اور اس کی شرائط پوری کرنے میں سب سے زیادہ آسان بھی ہے۔ کیونکہ اس کی بنیادی شرائط دو ہی ہیں۔(۱) صحبتِ شیخ مع الآداب (۲) التزامِ سنتِ نبوی ﷺ۔

حضرت خواجہ خواجگان سیدنا محمد بہاء الدین شاہ نقشبندؒ فرماتے ہیں کہ "ہمارا طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے"۔ کیونکہ اس میں جذب، سلوک پر مقدم ہے اور جذب میں اجتباء (چن لینا اور منتخب کر لینا) ہے کما قال اللہ سبحانہ "اللہ یجتبی الیہ من یشآ ویھدی الیہ من ینیب" اور اجتباء معبود و مقصود حقیقی کا فضل ہے۔

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء واللہ ذو الفضل العظیم٥

(۵) ذکرِ قلبی: اس سلسلۂ عالیہ کی ابتداء ذکر قلبی سے ہوتی ہے بلکہ اس میں ذکر قلبی (خفی) ہی ہوتا ہے۔اور ذکر قلبی (خفی) ذکر لسانی سے ستر (70) درجہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

کما فی الحدیث : الذکر الخفی الذی لا یسمعہ الحفظۃ سبعون ضعفا (رواہ الامام السیوطیؒ فی الحاوی للفتاوی)

یعنی ذکر خفی جسے حفظہ فرشتے بھی نہیں سن سکتے وہ ستر (70) درجہ فضیلت رکھتا ہے۔ ذکرِ قلبی (خفی) سے جذبِ الٰہی پیدا ہوتا ہے۔ جس سے عروج و ترقی جلدی سے ہوتی ہے۔ (نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند۔ کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ راہ) اور ذکر قلبی ریاء سے بھی ابعد (دور) ہے اور حضور دائم بھی ذکر قلبی میں متصور ہے کیونکہ اس میں فتور و انقطاع نہیں ہوتا کما حققہ العلامۃ المظہریؒ فی تفسیرہ اور اس سلسلہ میں لسانی ذکر داخل کرنا بدعت فی الطریقت ہے۔ (کما فی المظہری والمکتوبات الشریفۃ) مگر یہ کہ کوئی ولی اللہؒ دیگر سلاسل کی مناسبت سے خفیۃً یا جہراً کریں تو ٹھیک ہے جب دیگر سلاسل کا بھی جامع ہو۔۔ جب ذکر قلبی (خفی) کمال تک پہنچ جاتا ہے۔ وہ ذاکر اس آیت کریمہ کا مصداق بن جاتا ہے کہ :

"رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله ......الخ الآية كما حققه العلامة الامام محمود الآلوسی البغدادی" فی تفسیرہ روح المعانی ذیل ھذہ الآیة الکریمة فلیراجع .

(۶) تجلی ذاتی دائمی: اس سلسلہ عالیہ کے بزرگوںؒ کی (فناء و بقاء کے بعد) تجلی ذاتی دائمی نصیب ہوتی ہے جبکہ دیگر بزرگوںؒ کی تجلی ذاتی برقی ہوتی ہے یعنی بجلی کی طرح نمودار ہو کر پھر غائب ہو جاتی ہے اور عارضی شے پر دائمی شے کو فضیلت و فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ ''قیاس کن زگلستان میں بہار مرا'' یعنی ''میرے گلستاں سے میرا بہار کا اندازہ کرلو''۔ اور دیگر سلاسل کے بعض اکابرؒ کو جو تجلی ذاتی دائمی حاصل ہوئی ہے وہ بھی نسبتِ صدیقیؓ سے بطور اقتباس ہے جس طرح حضرت ابو سعید خرازؒ کو جبہ مبارکہ سیدنا صدیق اکبرؓ کی وصولی کی وجہ سے تجلی ذاتی دائمی نصیب ہوئی تھی اور دائمی حضور اور یاداشت کے مقام سے سرفراز ہوئے تھے۔ (کما حققہ الامام الربانیؒ فی المکتوبات الشریفۃ المجلد الاول)

(۷) نسبتِ اصحاب النبی ﷺ: ایک وجہ فضیلتِ نقشبندیہ یہ ہے کہ یہ نسبتِ بعینہ صحابہ کرامؓ کے طریقہ پر صحبت، محبت، آداب، انقیاد، اور اتباع سنت پر مبنی ہے حضرت مجدد الفِ ثانیؒ اپنے والد بزرگوار خواجہ شیخ عبدالاحدؒ کا فرمان نقل فرماتے ہیں کہ ''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام سلسلوں (قادریہ چشتیہ، سہروردیہ) کی نسبتوں کا خلاصہ نسبتِ نقشبندیہ ہے اور ہم بھی اب خود اسی نسبت پہ قائم ہیں''۔ (زبدۃ المقامات)۔ اور مقدمہ مکتوبات شریفہ اردو از قاضی عالم الدین نقشبندیؒ میں ہے کہ سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کا نقشبندی مجددی نسبت میں حضور اکرم ﷺ کے ایک روحانی فیصلہ چاروں سلاسل کا فیض مندرج ہو چکا ہے پس جو اس نسبت سے بہرہ ور ہوتا ہے اور اس کو چلاتا ہے اس کو چاروں سلاسل کا فیض اور چاروں سلاسل کے اکابرؒ کی روحانی مدد و خوشحالی مل جاتی ہے۔ (ملخصاً تفصیل وہاں درج ہے)

طریقۂ عالیہ نقشبندیہ مختلف زمانوں میں مختلف ناموں سے موسوم ہوتا رہا۔ سب سے پہلے طریقہ صدیقیہ سے مشہور ہوا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ مبارک سے شیخ بایزید بسطامیؒ کے دور تک رہا پھر حضرت سیدنا بایزید بسطامیؒ سے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ تک طریقہ صدیقیہ طیفوریہ سے ملقب ہوا۔ پھر حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ سے سیدنا شاہ نقشبندؒ تک صدیقیہ طیفوریہ خواجگانیہ کہلانے لگا۔ پھر سیدنا شاہ نقشبندؒ کی اجتہادی کوششوں اور مخلصانہ جدوجہد کی بدولت یہ طریقہ صدیقیہ طیفوریہ خواجگانیہ نقشبندیہ سے مشہور ہوگیا۔ پھر حضرت امام ربانی، شہباز لامکانی، واقفِ متشابہاتِ قرآنی، مجددالفِ ثانیؒ کی اجتہادی اور تجدیدی کوششوں سے یہ طریقہ صدیقیہ نقشبندیہ مجددیہ کہلانے لگا (کمافی تحفۃ النقشبندیہ شرح حدیقۃ الندیہ خالدیہ) اور اس زمانے میں حضرت خواجۂ خواجگان، قطب ارشاد، قیوم زمان، مجددعصر رواں جامع طرق اربعہ مجمع البحرین علامہ وخواجہ سیف الرحمن صاحبؒ زید مجدہ (جو متابعت نبوی علی التحیۃ والصلوۃ والثناء کے درجاتِ سبعہ سے متصف ہیں اور کامل وحقیقی وارث النبی ﷺ ہیں) نے اپنی اجتہادی اور تجدیدی کاوشوں سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو صحیح طرز پر قائم ودائم فرمایا ہے اور فیضِ نقشبندی ومجددی کو اپنی آب وتاب کے ساتھ باکمال طریقہ سے مشرق ومغرب اور شمال وجناب میں پھیلایا ہے۔ اس لئے اس زمانے میں یہ سلسلہ صدیقیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ سے مشہور ہوگیا ہے پس سیفی کوئی نیا عقیدہ ، مذہب نہیں بلکہ حضرت مرشدنا مبارک صاحبؒ کی تجدیدی خدمات کی بناء پر سلوک و تصوف کا تبرکی نسبت ہے۔ اس کے علاوہ دیگر کئی اور وجوہات بھی ہیں جن کی وجہ سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ دیگر سلاسل سے افضل وبہتر ہے جنہیں علماءؒ ومشائخ نے اپنے اپنے مقامات پر بیان فرمایا ہے۔ (مکمل تفصیل مکتوبات شریف، تفسیر مظہری، مکاتیب شاہ غلام دھلویؒ میں موجود ہے۔)

تنبیہ: ایک ضروری بات یہ ہے کہ نقشبندیہ سلسلے کی افضلیت بیان کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ دیگر سلاسل کی کوئی اہمیت یا فضیلت نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ ہر ایک سلسلہ عالیہ کے اپنے فضائل و برکات ہیں اپنی شرائط کے ساتھ۔ کیونکہ یہ تمام سلاسل، دریائے نبوی ﷺ کی نہریں ہیں، جو دریائے نبوی ﷺ سے سیراب ہوتی ہیں کیونکہ ان سلاسل سے مقصود اصلی رضائے الٰہی اور معرفت الٰہی کا حصول ہے لیکن شرط صرف یہ ہے کہ شیخ کامل مکمل ہو اور سلسلہ کو اپنے اکابرؒ کی شرائط و آداب کے مطابق چلا رہا ہو، چاہے وہ کسی بھی سلسلہ کا ہو اور مرید متبع شرع اور طالب صادق ہو۔ اگر یہ دونوں نہ ہو یا ایک نہ ہو تو کسی سلسلہ عالیہ کی فضیلت سے اسے فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ لیکن پھر بھی حقیقی نقشبندی مجددی نسبت کو تمام نسبتوں پر فضیلت حاصل ہے اور سب سے اقرب و ایسر ہے اور یہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی تحقیق ہے جو کہ چاروں سلاسل کے جامع اور ہزار سالہ مجدد ہیں تو ہمیں چاہئے کہ اس سلسلہ کی حقیقی باشرائط بزرگوںؒ کے فیوض و برکات سے بھی مستفید ہو جائیں (وفقنا اللہ سبحانہ لذالک بجاہ حبیبہ ﷺ) اور تعدد پیرؒ کے جواز و عدم جواز اور وجوب کی تحقیق کیلئے ہمارے مرشد مبارکؒ کی کتاب مستطاب "ھدایۃ السالکین" کی طرف رجوع فرمائیں تشفی ہو جائے گی، رہا سلاسلِ اربعہ کے اسباق اور اس کی ترتیب تو اس کیلئے بھی ھدایت السالکین اور بعض مکاتیبِ مبارک صاحبؒ کی طرف رجوع فرمائیں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق سمجھنے، ماننے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور تعصب و عناد سے بچائے اور چاروں سلاسل کے فیوضات و برکات اور بالخصوص سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہؒ کے تمام کمالات و برکات سے بہرہ مند فرمائے اور ہمیں استقامت، عفو و مغفرت، عافیت دارین، خیر الدنیا والآخرۃ اور وراثتِ حقیقی سے نوازے۔ بفضلہ و کرمہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اتباعہ اجمعین وبطفیلِ حبیبہ

ا آمین یارب العلمین بحرمة سید المرسلین علیه افضل الصلوت واکمل التسلیمات.

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین

فقط والسلام

حررہ

تاریخ ۱۸ شعبان المعظم ص ۱۴۲۹ھ موافق ۲۰ اگست س ۲۰۰۸ یوم الاربعاء فی المسجد الجامع الشریف

نظرِ ثانی: ۴ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ موافق ۴ ستمبر ۲۰۰۸ء یوم الخمیس فی المسجد الجامع الشریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الادلة الشرعية القوية

فی الاجتناب عن الفرق الضآلة المبتدعة

المسمیٰ به

د حق چغه

تالیف

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ مولانا مفتی

سید احمد علی شاہ صاحب نقشبندی سیفی

(فاضلِ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک و جامعہ عثمانیہ ٹھٹھہ)

ناشر

جامعہ امام ربانی مجدد الفِ ثانی رح

فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن کراچی